ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی
جلد: ۳۴ شمارہ: ۳۲ ۶؍تا۱۲؍اگست ۲۰۲۱ء — ۲۶ ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ تا ۳؍محرم الحرام ۱۴۴۳ھ
Year-34 Issue-32 6 - 12 August 2021 Page 16

## آر ایس ایس کا پسندیدہ چہرہ

# یوگی آدتیہ ناتھ

## مودی کیلئے بن سکتے ہیں چیلنج

**بی جے پی میں وہی ہوتا ہے جو سنگھ چاہتا ہے اور گزشتہ ماہ اپنی سرگرمیوں سے اس نے یہ ثابت کردیا ہے کہ یوگی جی اس کا پسندیدہ چہرہ ہیں جو ۲۰۲۴ء میں مودی جی کیلئے بھی چیلنج بن سکتے ہیں۔ محمد سالم جامعی**

اترپردیش ہندوتو کا دل ہے اور پورے ملک میں پھیلے ہوئے بی جے پی سامراج کا ایک عملی نمونہ بھی۔ آج اترپردیش کو اگر ہندوتو کی تجربہ گاہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا، اس سلسلہ میں اس نے یوگی آدتیہ ناتھ کی قیادت میں گجرات کو بھی پچھاڑ دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج آر ایس ایس کی سب سے زیادہ توجہ اترپردیش اور اس کے وزیر اعلیٰ مسٹر یوگی پر ہی مرکوز ہے جو ایک طرح سے ہندوتو اور آر ایس ایس کے لیے ایک ماڈل کی شکل اختیار کرچکے ہیں۔ یوگی جی نے اترپردیش کو ہندوتو کا خاص مرکز بنانے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ اترپردیش کے عوام میں یوگی کی مقبولیت نے بھی آر ایس ایس کو ان پر توجہ دینے کے لیے مجبور کیا ہے اور اس طرح آج یوگی بھی آر ایس ایس کے دل کی دھڑکن بنتے جارہے ہیں۔ بی جے پی کے ہی کچھ لوگ یوگی جی سے یوپی کے عوام کی ناراضگی کی بحث بھی کرتے رہتے ہیں مگر شاید وہ یہ بھول رہے ہیں کہ آر ایس ایس کی سینہ بہ سینہ مہم یوگی کے لیے کسی وردان سے کم نہیں ہے۔ اس لیے جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ عوام یوگی جی سے ناراض ہیں، یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ آئندہ سال ہونے والے اسمبلی انتخابات تک بھی ان کی یہ ناراضگی برقرار رہے گی اس لیے کہ ہندوتو سیاست کے رول ماڈل یوگی جی نے خود آگے بڑھ کر ہندوتو کا محاذ سنبھال رکھا ہے جو آر ایس ایس کا ایک دل پسند ایجنڈا ہے۔

(باقی ص۱۴ پر)

اندر پڑھیے

• موہن بھاگوت کا خطاب – کچھ اہم باتیں ص۵ • اصحابِ لوح وقلم کی یہ ناقدری کیوں؟ ص۸
• حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات: ایک زبردست اصلاحی کارنامہ ص۹ • ماہِ محرم الحرام اور یومِ عاشورہ ص۱۰

افغانستان

# افغان فورسز کی امریکی تربیت کا امتحان

افغان صدر اشرف غنی نے بڑی معصومیت کے ساتھ ابھی چند روز قبل ایک بہت ہی دلچسپ دعویٰ کیا ہے کہ امریکی صدر جو بائیڈن نے افغان سیکورٹی فورسز کی حمایت کرنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ صدر غنی کا یہ دعویٰ ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جب سپر پاور امریکہ کی قیادت میں پوری دنیا کی فورسز دو دہائیوں تک طالبان کو کچلنے کی سرتوڑ کوشش کے بعد افغانستان کو طالبان کے ہی رحم و کرم پر چھوڑ کر واپس جانے پر مجبور ہو چکی ہیں۔

ادھر امریکی صدر بائیڈن کا بیان بھی کم دلچسپ معلوم نہیں ہوتا۔ انھی کی زبان میں: ’’ہم نے تقریباً تین لاکھ افغان فوجیوں کو گزشتہ بیس برسوں کے دوران ہر طرح کی جدید تربیت اور ہتھیاروں سے لیس کیا ہے۔ مجھے اس بات پر زور دینے دیں کہ ہر وہ جدید ہتھیار جو کسی بھی ماڈرن فوج کے پاس ہوتے ہیں، لہٰذا افغان فوج بہ آسانی تقریباً ۷۵ ہزار طالبان جنگجوؤں کا مقابلہ کرسکتی ہے۔‘‘ یہ الفاظ ہیں امریکہ کے صدر بائیڈن کے جن کا اپنے حالیہ بیان میں کہنا تھا کہ افغان فورسز اور پولیس کی جس معیار کے تحت تربیت کی گئی ہے طالبان صلاحیت کے لحاظ سے اس کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتے۔ جبکہ زمینی حقیقت یہ ہے کہ صدر بائیڈن کے افغان فوج پر اعتماد کے باوجود افغانستان میں طالبان کی حالیہ پیش قدمی اور افغان فورسز کی کئی علاقوں میں پسپائی کی اطلاعات کے بعد افغان فورسز کی استعدادِ کار اور طالبان کا مقابلہ کرنے کی ان کی صلاحیت پر سوال اُٹھائے جانے لگے ہیں۔ امریکی حکومت کے حلقوں کے اندر بھی یہ تشویش پائی جاتی ہے کہ آیا افغان سیکورٹی فورسز طالبان کے سامنے ٹھہرنے کی اہلیت رکھتی ہیں یا نہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب پوری دنیا کی فوج مل کر طالبان کو جڑ سے اکھاڑنے میں ناکام رہی تو کیا افغان فورسز اس ذمہ داری کو اتنی آسانی سے پوری کرلیں گی جیسا کہ افغان اور امریکی صدور دعویٰ کررہے ہیں۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ افغان فورسز اب اس طرح کی نہیں رہیں جیسا کہ ۹/۱۱ سے پہلے تھیں۔ ناٹو اور بالخصوص امریکی فورسز نے دو دہائیوں کے دوران انھیں جدید تکنیکی صلاحیت کے ساتھ تربیت دی ہے اور دنیا کے جدید ترین اسلحہ سے بھی لیس کیا ہے۔ تو کیا اب افغان فوجی جوان اس حساب سے طالبان کا مقابلہ کرپا رہے ہیں؟ گزشتہ دنوں امریکی نشریاتی ادارہ سی این این پر ۲۲/افغان کمانڈوز کی طالبان کے ہاتھوں ہلاکت کا مبینہ ویڈیو منظر عام پر آنے اور کئی علاقوں میں افغان فورسز کی پسپائی پر بھی سوال اُٹھائے جارہے ہیں۔ کچھ دنوں قبل طالبان کی پیش قدمی کے دوران تقریباً ایک ہزار سے زائد افغان فوجی تاجکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے تھے۔

دراصل افغان نیشنل آرمی کی ازسرنو تشکیل کی بنیاد افغانستان پر امریکہ کے قبضہ کے بعد دسمبر ۲۰۰۲ء میں جرمنی کے شہر بون میں ہونے والی کانفرنس میں رکھی گئی تھی۔ ابتدائی طور پر ۷۰ ہزار فوجیوں کو بھرتی کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا جن کی تربیت کی ذمہ داری امریکی فوج کو دی گئی تھی۔

> **ایک عالمی قوت کو دو دہائیوں تک اپنے اوپر حاوی نہ کرنے والے طالبان کی حالیہ تیز رفتار پیش قدمی کو دیکھتے ہوئے یہ خطرہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ غیرملکی افواج کی غیرموجودگی میں وہ کابل میں حکومت گرانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔**

گزشتہ دو دہائیوں کے دوران افغان فورسز کی تعداد بڑھانے اور انھیں جدید اسلحہ سے لیس کرنے کا بھی سلسلہ جاری رہا۔ یونائیٹڈ اسٹیٹس ملٹری اکیڈمی، نیویارک کے تحقیقی ادارہ کامبیٹنگ ٹیررزم سینٹر کے مطابق افغان فوج کی مجموعی تعداد تین لاکھ ۵۲ ہزار کے قریب ہے۔ چھٹیوں پر جانے والے اور گھوسٹ سولجرس یعنی ڈیوٹی پر آئے بغیر تنخواہ لینے والے فوجیوں کی تعداد نکال دی جائے تو فرائض انجام دینے والے اہلکار ایک لاکھ ۸۵ ہزار کے آس پاس بنتے ہیں، جبکہ پولیس اہلکاروں کی کل تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے۔ افغان ایئرفورس کے پاس ۲۰۰ سے زائد لڑاکا طیارے، ہیلی کاپٹرس اور ٹرانسپورٹ طیارے ہیں جن میں سے زیادہ تر امریکی ساختہ بلیک ہاک ہیلی کاپٹرس، لٹل برڈ ایم ڈی ۵۳۰ ہیلی کاپٹرس، ٹرانسپورٹیشن کے لیے سی-۱۳۰ طیارے ہیں جبکہ اس کے پاس روسی ساختہ ایم آئی ۱۷ ہیلی کاپٹرس بھی ہیں۔ امریکہ نے افغان ایئرفورس کو حالیہ برسوں کے دوران ۲۰ سے زائد اے-۲۹ سپر ٹیکانو لڑاکا طیارے بھی فراہم کیے ہیں۔ طالبان کے لیے عام افغان فوجیوں کا مقابلہ کرنا قدرے آسان ہے، تاہم جدید کمانڈو تربیت حاصل کرنے والے افغان کمانڈوز ان کے لیے دردسر بنے ہوئے ہیں۔ انھیں افغان فورس کی ریڑھ کی ہڈی قرار دیا جاتا ہے۔ ان کمانڈوز کی تعداد ۲۰ سے ۲۵ ہزار ہے۔ حالیہ دنوں میں افغان صوبہ قندھار میں ہونے والی گھمسان کی لڑائی میں ان کمانڈوز نے ہی حصہ لیا تھا۔ طالبان نے پہلے دعویٰ کیا تھا کہ انھوں نے صوبہ قندھار میں پاکستان کی سرحد سے ملحقہ علاقہ اسپین بولدک کا کنٹرول سنبھال لیا ہے، تاہم بعد میں افغان فورسز نے طالبان سے یہ علاقہ واگزار کرانے کا دعویٰ کیا تھا۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ افغانستان میں امریکہ کے قبضہ کے بعد ملک میں بدانتظامی اور کرپشن میں بھی اضافہ ہوا ہے جس کی بڑی وجہ ملک میں امریکی ڈالرس کی ریل پیل تھی۔ بہت سے افغان وار لارڈس اور ملیشیاز نے اپنے لوگ افغان فورسز میں بھرتی کرائے اور بہت سے گھوسٹ فوجی بھی بھرتی ہوئے۔ طالبان کے ساتھ حالیہ لڑائی میں ۲۰ سے ۲۵ ہزار افغان کمانڈوز ہی دلیری سے لڑ رہے ہیں جو باقاعدہ تربیت یافتہ ہیں ورنہ دیگر فوجی یا تو ہتھیار ڈال رہے ہیں یا طالبان کی تیزی سے ہونے والی پیش قدمی کے باعث مزاحمت سے گریز کررہے ہیں۔ ۲۰۱۷ء میں امریکہ کے افغانستان سے بتدریج فوجی انخلاء کے بعد افغان فوج میں کمزوریاں سامنے آنے لگی ہیں۔ جہاں تک افغان فورسز کو دوبارہ منظّم کرنے کا سوال ہے، جب ایک مرتبہ فوج میں سرینڈر کی روایت پڑ جائے تو دوبارہ ان کا مورل بلند کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ افغان فوج میں ایسے فوجی بھی ہیں جو جوش و جذبے کے ساتھ لڑنا چاہتے ہیں لیکن جب سرینڈر کا سلسلہ شروع ہوجائے اور دوسری طرف طالبان کی طرح کا دشمن ہو تو فوج کو دوبارہ منظّم کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔

اب تو امریکی محکمہ دفاع پنٹاگن نے بھی اعتراف کرلیا ہے کہ طالبان افغانستان کے آدھے سے زیادہ ضلع مراکز پر کنٹرول رکھتے ہیں۔ لہٰذا آنے والے مہینے افغان حکومت کی قیادت اور عزم کا امتحان ہوں گے۔ ۲۰۰۱ء میں امریکہ کی قیادت میں غیرملکی افواج کے افغانستان پر حملہ کے بعد ملک پر طالبان کی حکومت کے خاتمہ کا اعلان کیا گیا تھا لیکن اس کے بعد سے وقت کے ساتھ ساتھ طالبان کی طاقت میں دوبارہ (باقی صفحہ ۱۴ پر)

# افغانستان: عام شہریوں کی اموات میں ۴۷ فیصد کا اضافہ

اقوامِ متحدہ کی ایک حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ رواں سال کے جنوری سے جون تک کے ابتدائی چھ ماہ کے دوران افغانستان میں شہریوں کی ہلاکتوں اور زخمی ہونے کے تناسب میں گزشتہ سال کے مقابلے ۴۷ فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر افغان حکومت اور طالبان جلد کسی سیاسی حل پر متفق نہیں ہوئے تو افغانستان کے حالات خطرناک حد تک خراب ہوسکتے ہیں۔ افغانستان کے دارالحکومت کابل میں قائم کاروان یونیورسٹی کے شعبہ بین الاقوامی تعلقات عامہ کے سربراہ فہیم سادات کا کہنا ہے کہ قطر کے دارالحکومت دوحہ میں گزشتہ برس امریکہ اور طالبان میں ہونے والے امن معاہدے میں ایک شق کے مطابق افغانستان میں تشدد کے واقعات میں کمی کیا جانا تھا تاہم موجودہ صورتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ وائس آف امریکہ سے گفتگو کرتے ہوئے فہیم سادات کا کہنا تھا کہ تشدد کے واقعات میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ گزشتہ دنوں اقوامِ متحدہ نے افغانستان کے حوالے سے ایک رپورٹ جاری کی تھی۔ اس رپورٹ کے مطابق رواں برس جنوری سے جون کے درمیان ۱۶۵۹/افغان شہری ہلاک جبکہ ۳۲۵۴ زخمی ہوئے۔ اقوامِ متحدہ کی رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ اگر پرتشدد واقعات میں کمی واقع نہ ہوئی تو ۲۰۲۱ء افغان تنازعہ کا سب سے مہلک سال ثابت ہوسکتا ہے۔ فہیم سادات کا کہنا تھا کہ اقوامِ متحدہ کی رپورٹ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ افغانستان میں لڑائی میں اضافہ ہوا ہے۔ انھوں نے کہا کہ پہلے لڑائی اضلاع کی حد تک ہو رہی تھی۔ اب جبکہ طالبان نے تمام شہریوں اور صوبائی مراکز کا محاصرہ کرلیا ہے اس لیے خدشہ ہے کہ شہریوں کی ہلاکتوں میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ فہیم سادات کے مطابق موجودہ صورتِ حال میں افغانستان میں قیامِ امن کی ضرورت مزید بڑھ گئی ہے۔ اگر لڑائی طول پکڑتی ہے تو شہری علاقوں میں زیادہ آبادی کی وجہ سے اموات بہت زیادہ ہوسکتی ہیں۔ اقوامِ متحدہ کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ طالبان اور القاعدہ کے درمیان روابط بحال ہیں اور تعطل کے واضح اشارے نہیں ملے۔ دوسری جانب طالبان نے اقوامِ متحدہ کی جانب سے جاری کردہ رپورٹ کو مکمل طور پر رد کردیا ہے۔ طالبان نے ایک بیان میں کہا ہے کہ انھوں نے کبھی بھی اپنی کارروائیوں میں عام شہریوں کو نشانہ نہیں بنایا۔ مبصرین کے مطابق یکم مئی سے افغانستان میں پرتشدد کارروائیوں میں اضافہ ہوگیا ہے۔ طالبان کا کہنا ہے کہ انھوں نے ۲۰۰ سے زائد اضلاع کا مکمل کنٹرول حاصل کرلیا ہے تاہم افغان حکومت کا کہنا ہے کہ بہت سارے اضلاع تکنیکی حکمت عملی کے تحت چھوڑے گئے ہیں اور بہت جلد واپس حاصل کرلیے جائیں گے۔ دوسری جانب مبصرین کا کہنا ہے کہ افغان حکومت اور طالبان کے درمیان اعتماد کا فقدان مزید بڑھ گیا ہے جسے سیاسی طور پر حل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

امریکہ کی اسٹینفرڈ یونیورسٹی سے وابستہ جنوبی ایشیائی امور کے ماہر ڈاکٹر اسفندیار میر کا کہنا ہے کہ اگر موجودہ صورتِ حال برقرار رہتی ہے تو مستقبل میں افغانستان میں زیادہ انسانی جانوں کا نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔ ❑❑

دریچۂ پاکستان | پیر فاروق بہاؤ الحق شاہ

# ماحولیاتی تبدیلیاں اور نیشنل سیکورٹی

کچھ سال پہلے تک جب دنیا کو ایک عالمی گاؤں سے تشبیہ دی جاتی تھی تو یہ محض ایک محاورہ تصور کیا جاتا تھا۔ یہ کب سوچا جا سکتا تھا کہ دنیا کے ایک دور دراز ملک برازیل میں موجود دنیا کا سب سے بڑا جنگل ایمازون جو پوری انسانیت کو آکسیجن کی فراہمی کا سب سے بڑا ذریعہ تھا، اس کی کٹائی سے پوری دنیا متاثر ہوگی۔ پاکستان سے زیادہ اِس حقیقت سے کون آگاہ ہے۔ بھارت میں گنے اور چاول کی فصل کی باقیات کو آگ لگتی ہے تو پورے لاہور میں ناقابلِ برداشت اسموگ چھا جاتی ہے۔ ہمسایوں کی ماحولیاتی دشمنی کی وجہ سے آج لاہور دنیا کے آلودہ ترین شہروں میں شامل ہو چکا ہے۔ انٹارکٹیکا کے گلیشیر پگھلنے سے پوری دنیا فکرمند ہے۔ حال ہی میں جنوبی جرمنی، اٹلی، اسپین اور چین میں ہونے والی تباہ کن بارشوں نے غور و فکر کی نئی راہ کھولی ہے۔ کویت میں شدید گرمی کے باعث گاڑیوں کی ونڈ اسکرین پگھلنے کے مناظر کویتی ٹی وی چینلوں پر پوری دنیا نے دیکھے۔ پاکستان کی سالٹ رینج میں چوآ سیدن شاہ اور کلر کہار کے درمیان لگائی جانے والی فیکٹریوں نے ماحولیاتی آلودگی میں مقدور بھر حصہ ڈالا ہے۔ محکمہ جنگلات کی غفلت اور عدم دلچسپی کے باعث جنگلات کی کٹائی بے دردی سے جاری ہے۔ سمندر اور دریاؤں میں موجود مچھلیوں کا وحشیانہ انداز میں شکار کیا جارہا ہے۔ فضا میں اڑنے والے پرندوں کے شکار کی کوئی حد متعین نہیں۔ باغات میں پرورش پانے والے پرندے، زمین کی سطح پر دوڑنے والے کیڑے مکوڑے، درختوں کی کوکھ میں گھر بنا کر رہنے والے معصوم جانور، یہ سب قدرتی ماحول تشکیل دیتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عالمی ماحول کے بگاڑ میں پاکستان کا حصہ ایک فیصد سے بھی کم ہے لیکن اس کے باوجود پاکستان ماحولیاتی آلودگی اور تبدیلی کے شکار ہونے والے دس بڑے ممالک میں شامل ہے۔ پاکستان کی موجودہ حکومت کی کارکردگی یوں تو ہر میدان میں محلِ نظر ہے۔ خصوصاً مہنگائی اور امن و امان کی حالت اذیت ناک ہے۔ لیکن اِن تمام حالات کے باوجود ماحولیاتی آلودگی کم کرنے کے لیے حکومتی اقدامات کی تحسین ہونی چاہئے۔ خصوصاً حکومت کی آگاہی مہم قابلِ ذکر ہے۔ اگر عوامی شعور کی بیداری میں کامیابی ہوگی تو اس کا فائدہ کئی نسلوں تک محیط ہوگا۔ ملک کے تمام اداروں کو متحرک ہونا ہوگا۔ خصوصاً مسلح افواج جس کے سربراہ پیشہ ورانہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ سماجی مسائل کے حوالے سے بھی فکرمند رہتے ہیں، جو مردم شماری، سیلاب اور قدرتی آفات کا مقابلہ کرنے سمیت قومی نوعیت کے ہر معاملے پر حکومت کی مدد کرتا ہے، اس ادارہ کی خدمات سے استفادہ کرنا چاہئے۔ موسمیاتی تبدیلی اب نیشنل سیکورٹی کی صورتحال اختیار کرچکی ہے، اِس لئے سیکورٹی اداروں کے اِس عمل میں شمولیت سے اس کی اہمیت مزید واضح ہوگی۔

اقوامِ متحدہ کے سیکریٹری جنرل انتونیو گوتریس کا کہنا ہے کہ انسانوں کی فطرت کے ساتھ جنگ سے زمین ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوچکی ہے۔ ان کے اس جملے کی تائید ان حقائق سے ہوتی ہے کہ زمین کا درجہ حرارت بتدریج بڑھ رہا ہے۔ صنعتی ترقی کی وجہ سے ۲۱۰۰ء میں درجہ حرارت تین ڈگری سیلسیس بڑھ جائے گا۔ اس دوران عبوری مدت کے لئے نقصان دہ گیسوں کے اخراج میں معمولی سی کمی ضرور دیکھی گئی۔ پیرس ماحولیاتی معاہدے میں یہ طے پایا تھا کہ اقوامِ متحدہ اپنی کوششوں سے ۲۰۳۰ء تک ۴۵ فیصد منفی گیسوں کے اخراج میں کمی لائے گا لیکن امریکہ جیسے طاقتور ملک کے اس معاہدے سے نکل جانے کے بعد غریب ممالک یہ بوجھ برداشت نہیں کرپائیں گے اور اقوامِ متحدہ کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔ اِس وجہ سے رواں برس کو انتہائی اہم قرار دیا گیا ہے کیونکہ اِسی سال نومبر میں برطانوی شہر گلاسگو میں عالمی ماحولیاتی کانفرنس کا انعقاد کیا جارہا ہے۔ اقوامِ متحدہ کے ذیلی ادارے آئی پی سی سی کے طے کردہ معیار کے مطابق ۲۵ فیصد زمین پر جنگلات موجود ہونے چاہئیں جبکہ ماہرین کے مطابق پاکستان میں جنگلات کیلئے استعمال ہونے والی زمین، ملک کے کل رقبے کا صرف ۵ء۷ فیصد ہے یعنی ۵ء۴ ملین ہیکٹر زمین پر جنگلات موجود ہیں۔ اس لئے حکومت مزید جنگلات اگانے میں سنجیدہ نظر آرہی ہے۔ حکومتِ سندھ نے بھی ساحلی علاقوں میں ایک ارب مینگرو درخت لگا کر قابلِ قدر کام کیا ہے۔ ملک کی موجودہ ماحولیاتی حالت کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں حکومت اور اپوزیشن دونوں کا برابر حصہ ہے۔ اپوزیشن جماعتوں مسلم لیگ ن، پیپلز پارٹی، جمعیت علمائے اسلام اور دیگر چھوٹی جماعتوں نے اپنے اپنے ادوار میں ان معاملات کو حل کرنے کے لئے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ ان جماعتوں کو سیاست کے علاوہ اس مثبت کام میں بھی آگے آنا چاہئے۔ پاکستان کی تینوں بڑی سیاسی جماعتیں کشمیر الیکشن میں نبرد آزما رہی ہیں لیکن کسی مقرر نے کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کی موجودہ حالت پر بات نہیں کی۔ وزیراعظم کی تقاریر میں بھی جذباتی پن غالب رہا۔ تمام رہنماؤں نے مسئلہ کشمیر کے علاوہ ہر موضوع پر بات کی۔ کشمیر الیکشن کے موقع پر مسلم لیگ ن کی دھڑے بندی بھی واضح ہوگئی ہے۔ میاں نواز شریف ضلعی سطح تک براہ راست ہدایات دے رہے ہیں جبکہ میاں شہباز شریف اور حمزہ شہباز کو لاتعلق کردیا گیا ہے۔

کشمیر الیکشن مہم کے دوران تمام سیاسی جماعتوں کو ٹی وی چینلز پر برابر کوریج دی گئی جس سے یہ تاثر پختہ ہوا کہ ادارے غیرجانبداری کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ البتہ مسلم لیگ کے جلسوں سے سلیکٹڈ کی تکرار کم نہ ہوئی۔

ان حالات میں کشمیر کے دونوں حصوں کے عوام ان سیاسی جماعتوں کے رویوں سے ازحد مایوس ہیں۔ مودی حکومت کے جارحانہ اقدامات اور حکومت پاکستان کی محض نمائشی بیان بازی کے باعث کشمیریوں کے اندر سخت بےچینی پائی جاتی ہے۔ سرحد پر مسلح افواج کے سپاہی اپنی جانیں قربان کررہے ہیں لیکن ہماری سیاسی قیادت غیرسنجیدگی کا مظاہرہ کررہی ہے۔

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

# اجتماعیت اور اتحاد اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے

اختلاف اور مخالفت باہم متصادم الفاظ ہیں اور اجتماعی سطح پر سماج میں کسی فرد، جماعت یا مکتبِ فکر سے ان کے افکار و خیالات کی بنیاد پر عدم اتفاق کا نام اختلاف ہے جبکہ مخالفت باہمی مخاصمت کا ہی دوسرا نام ہے۔ ہر سماج میں اختلاف کی ہر سطح پر گنجائش ہے بلکہ بعض مواقع پر اس کی ضرورت انسانی فطرت کا خاصہ ہے جبکہ مخالفت کو ہر معاشرے کے لیے ایک ناسور قرار دیا جاتا رہا ہے۔ اختلاف انسانی فطرت کا خاصہ اور کائنات کے تنوع کی علامت ہے جبکہ مخالفت اسی انسانی فطرت اور کائنات کے تنوع پر ایک بدنما داغ ہے۔ یہ ہی اختلاف درحقیقت ہمارے سماج کا اصل حسن ہے، ساتھ ہی یہ بھی ایک سچائی ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں اختلاف ہونے کے باوجود ان میں باہمی مخالفت نہیں ہے، پھر کائنات اور تمام مخلوقات میں یہ اختلاف اور فرق مشیت الٰہی کے بھی عین مطابق ہے۔ قرآن کریم کی سورہ روم میں ارشاد باری عزاسمہٗ ہے:

”اور اس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق بھی ہے اور تمہاری زبان اور تمہارے رنگوں کا اختلاف بھی ہے، بیشک اس میں اہل علم کے لیے نشانیاں ہیں۔“

تاہم اس فطری اختلاف اور کائنات کے تنوع کے باوجود اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہونے کے بجائے باہم متحد رہیں۔ فرمانِ خداوندی ہے:

”اور تم سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔“ (سورہ آل عمران)

اس سچائی کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ اختلاف رائے بسا اوقات تنازعات کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اس صورتِ حال سے یہاں ایک سوال یہ اُبھرتا ہے کہ آخر تنازعات سے کیسے بچا جائے۔ اس کا حل یہ ہے کہ معاشرے میں اختلافِ رائے کو تسلیم کیا جانا چاہیے اس لیے کہ یہ انسانی زندگی کا حصہ ہے اور اس سے مسائل اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب ایک دوسرے کے اختلاف کو صرفِ نظر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہ ہی وہ بنیادی نکتہ ہے جو اختلاف کو مخالفت کی شکل دے دیتا ہے اس لیے کہ امت کا اختلاف اسی وقت تک رحمت ہے جب تک وہ اپنی حدود میں رہے اور اس کی جدوجہد علمی حلقوں اور علمائے امت کے دائرے تک محدود رہے، پھر یہ ہی اختلاف اگر اپنے ذاتی مقاصد اور حصولِ جاہ و منفعت کے لیے استعمال ہونے لگے تو معاشرہ میں انتشار و افتراق کا سبب بن کر معاشرہ کے لیے رحمت کی بجائے زحمت بن جاتا ہے۔ ہمیں قرونِ اولیٰ اور وسطیٰ کے علماء و فقہا کے درمیان بہت سے مسائل پر اختلاف ملتا ہے لیکن یہ اختلافات کبھی بھی تنازعات کی شکل اختیار نہیں کرسکے۔ تاریخ میں کہیں ایک واقعہ میں بھی ہمیں نہیں ملتا کہ اختلاف کے باوجود ردّ عمل کے طور پر کسی فقیہ، محدث یا مفسر نے ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کی راہ اختیار کی ہو۔ ان حضرات کے درمیان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اسوۂ زندگی کی روشنی میں باہمی اختلاف کے درمیان بھی احترام رائے کا ایک معیار مقرر تھا جس پر عمل کرکے آج بھی اختلاف کو مخالفت تک لے جانے سے معاشرہ کو بچایا جاسکتا ہے۔ حضرت ابو جعفرؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصحابِ شوریٰ سے فرمایا تھا کہ:

”اپنے امور میں باہمی مشورہ کیا کرو، اگر کسی مسئلہ پر تمہاری رائے برابر برابر تقسیم ہوجائے تو پھر اسے شوریٰ میں لے جاؤ، اگر رائے کی تقسیم چار اور دو میں ہوجائے تو اکثریتی رائے کو اختیار کرلو۔“ (ابن سعد طبقات للکبریٰ)

اجتماعیت و اتحاد اور اتفاق اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے جس کی اہمیت و افادیت نہ صرف اسلام بلکہ دنیا کی تمام اقوام و ملل میں بھی مسلم ہے۔ اسلام نے تو اپنے ماننے والوں کو نہ صرف اتفاق و اتحاد کی تلقین کی ہے بلکہ کامیابی کے لیے اسے شاہ کلید قرار دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود کے قبائل کے علاوہ مشرکین عرب کے دو قبیلے اوس و خزرج وہاں آباد تھے اور آپ کی آمد سے پہلے ان کے درمیان عرصہ دراز تک جنگیں لڑی جاتی رہی تھیں۔ آپ ؐ کی آمد کے بعد یہ دونوں قبیلے مسلمان ہوکر آپس میں شیر و شکر ہوگئے اور الفت و محبت اور اتفاق و اتحاد کے ساتھ رہنے لگے۔ شماس بن قیس نامی ایک بوڑھا یہودی مسلمانوں سے بہت زیادہ بغض و عناد رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے ایک مجلس میں انصار کے ان دونوں قبیلوں اوس و خزرج کو ایک مجمع میں الفت و محبت کے ساتھ بیٹھے دیکھا تو حسد کی آگ سے بے چین ہوگیا اور ان کے درمیان تفریق ڈالنے کی فکر کرنے لگا، چنانچہ اس نے ایک یہودی شخص سے کہا کہ اسلام سے پہلے جنگ ’بعاث‘ وغیرہ جو جنگیں لڑی جاتی رہی ہیں ان دونوں قبیلوں میں جاکر اس کا تذکرہ کرو اور اس سے متعلق فریقین کے جو فخریہ اشعار ہیں وہ ان کی مجلس میں پڑھ دو۔ اس یہودی شخص نے اسی طرح کیا، اس کا اشعار پڑھنا تھا کہ فوراً ایک آگ بھڑک اُٹھی اور انصار کے درمیان قتل و قتال شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ لڑائی کی جگہ اور وقت مقرر ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین صحابہ کے ساتھ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ یہ کیا جہالت کی طرف دعوت ہے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ کیا تم کفر کی طرف عود کرنا چاہتے ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ہدایت عطا کی۔ کفر سے بچایا اور تمہارے درمیان الفت و محبت پیدا کی۔ سب صحابہ متنبہ ہوئے اور سمجھا کہ یہ شیطانی حرکت تھی اور ایک دوسرے کے گلے لگ کر بہت روئے اور توبہ کی۔

چنانچہ اس سلسلے میں قرآن مجید کی متعدد آیات نازل ہوئیں، جن میں اوّلاً ان اہل کتاب کو ملامت کی گئی جنھوں نے یہ کارروائی کی تھی اور پھر مسلمانوں کو فہمائش کی گئی اور انھیں اپنی قوت کو مضبوط و مستحکم اور ناقابل تسخیر بنانے کے دو اہم اصول بتلائے گئے کہ اوّلاً تمھیں تقویٰ اختیار کرنا چاہیے اور ثانیاً باہمی اتفاق و اتحاد قائم کرنا چاہیے اور افتراق و انتشار سے بچنا چاہیے۔

احادیث مبارکہ میں بھی افتراق و انتشار سے بچنے اور اتفاق و اتحاد کی تلقین کی گئی ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب اہل ایمان ایک جسم کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ کو کوئی تکلیف ہو تو اس کے تمام اعضا کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو بھی اس کے سارے بدن کو تکلیف ہوتی ہے۔

اس وقت امت مسلمہ جس پستی اور آزمائش کا شکار ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، دیگر اسباب کے علاوہ اس کا ایک اہم سبب ان میں عدم اتحاد اور نااتفاقی ہے۔ جس امت کو اتفاق و اتحاد کا سراپا ہونا چاہیے تھا، وہ جاہلیت کے نعروں کا شکار ہوکر قومی و لسانی عنوانات میں بٹ گئی۔ اگر امت مسلمہ کے اربابِ حل و عقد اپنی ذمہ داری کا احساس کریں اور اتفاق کی طرف توجہ دیں تو امت مسلمہ جن آزمائشوں کا آج شکار ہے ان سے بآسانی نکلا جاسکتا ہے۔ ❑❑

## جواہر القرآن

**سورۂ لقمان-۳۱** | ترجمہ آیات: ۳۳ | **حضرت شیخ الہندؒ**

○ اے لوگو! بچتے رہو اپنے رب سے اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی باپ اپنے بیٹے کے بدلے اور نہ کوئی بیٹا ہو جو کام آئے اپنے باپ کی جگہ کچھ بھی (ف۱) بیشک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے سو تم کو نہ بہکائے دنیا کی زندگانی اور نہ دھوکا دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغاباز (ف۲)

**فوائد:** —— **علامہ شبیر احمد عثمانیؒ**

ف۱ طوفان کے وقت جہاز کے مسافروں میں سخت افراتفری ہوتی ہے۔ ہر ایک اپنی جان بچانے کی فکر میں رہتا ہے تاہم ماں باپ اولاد سے اور اولاد ماں باپ سے بالکل غافل نہیں ہوجاتی۔ ایک دوسرے کے بچانے کی تدبیر کرتا ہے بلکہ بسا اوقات والدین کی شفقت چاہتی ہے کہ ہوسکے تو بچہ کی مصیبت اپنے سر لے کر اس کو بچالیں، لیکن ایک ہولناک اور ہوشربا دن آنے والا ہے جب ہر طرف نفسی نفسی ہوگی۔ اولاد اور والدین میں سے کوئی ایثار کرکے دوسرے کی مصیبت اپنے سر لینے کو تیار نہ ہوگا اور تیار بھی ہو تو یہ تجویز چل نہ سکے گی۔ چاہیے کہ آدمی اس دن سے ڈر کر غضب الٰہی سے بچنے کا سامان کرے۔ آج اگر سمندر کے طوفان سے بچ گئے تو کل اس سے کیونکر بچو گے۔

ف۲ یعنی وہ دن یقیناً آکر رہے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہٰذا دنیا کی چندروزہ بہار اور چہل پہل سے دھوکا نہ کھاؤ کہ ہمیشہ اسی طرح رہے گی۔ اور یہاں آرام سے ہو تو وہاں بھی آرام کروگے؟ نیز اس دغاباز شیطان کے اغواء سے ہوشیار رہو جو اللہ کا نام لے کر دھوکا دیتا ہے۔ کہتا ہے میاں اللہ غفور رحیم ہے، خوب گناہ سمیٹو، مزے اُڑاؤ، بوڑھے ہوکر اکٹھی توبہ کرلینا۔ اللہ سب بخش دے گا۔ تقدیر میں اگر اس نے جنت لکھ دی ہے تو گناہ کتنے ہی ہوں ضرور پہنچ کر رہوگے اور دوزخ لکھی ہے تو کسی طرح بچ نہیں سکتے، پھر کاہے کے لیے دنیا کا مزہ چھوڑا۔

## انوارِ احادیث

- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: بتلاؤ ایمان کی کون سی کڑی زیادہ مضبوط ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو زیادہ علم ہے (لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ارشاد فرمائیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی کے لیے باہمی تعلّق و تعاون ہو اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کسی سے محبت ہو اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کسی سے بغض و عداوت ہو۔ (بیہقی)
- حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اعمال میں سب سے افضل عمل) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، جو اکیلے ہیں پھر جہاد کرنا پھر مقبول حج۔ ان اعمال اور باقی اعمال میں فضیلت کا اتنا فرق ہے جتنا کہ مشرق و مغرب کے درمیان فاصلے کا فرق ہے۔ (مسند احمد)

صفحہ اوّل کا بقیہ

# آر ایس ایس کا پسندیدہ چہرہ یوگی آدتیہ ناتھ

## مودی کیلئے بن سکتے ہیں چیلنج

اب یہ بات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں رہ گئی ہے کہ آر ایس ایس ہی بی جے پی کا پالیسی ساز ادارہ ہے، وہ اپنی ہندوتو کی تشریح خود کرتا ہے اور اس پر عمل درآمد بھی کراتا ہے۔ اس ضمن میں جو چہرہ اس کے سامنے ہے وہ ملک کی سب سے بڑی ریاست اترپردیش کے وزیر اعلیٰ اور گئورکشا پیٹھ کے بانی یوگی آدتیہ ناتھ کا ہے۔ یوگی کا اصل نام اجے سنگھ بشٹ ہے۔ یوگی جی آجکل موضوعِ بحث بنے ہوئے ہیں۔ گزشتہ دنوں ان کے خلاف ایک مہم چلی تھی جو قطعی بے معنی ثابت ہوئی۔ دراصل چونکہ یوگی آدتیہ ناتھ بی جے پی کے فکری ساتھی بھی ہیں اس لیے وہ اس کا مستقبل بھی ہیں۔ ان کو نہ صرف ملک بلکہ عالمی سطح پر ایک عظیم ہندو سنت حکمراں کے طور پر مشتہر کیا جارہا ہے۔ اس مہم کا تانابانا بھی سنگھ تیار کرچکا ہے۔ سنگھ نے انھیں توپ، تلوار والا ایک قومی ہندو چہرہ بنا کر پیش کیا ہے۔ ایک ایسا لیڈر جو غیر ہندو نظریات سے نمٹنے کے لیے مہارت رکھتا ہے۔

> **ہندوتو کی لیباریٹری میں فی الحال دوسرا کوئی ایسا لیڈر نہیں ہے جو ان کے آس پاس تک بھی پہنچ سکے۔ جب یوپی میں مسلمانوں کے ساتھ زیادتی کے الزامات لگے تو یوگی نے انہیں روکا نہیں بلکہ انہیں اور ہوا دی اور شاید یہی ان کی خوبی ہے جس کی وجہ سے اگلے کچھ سالوں میں ان کو مزید نکھارنے اور سنوارنے کی تیاری کی جارہی ہے۔ آج پورے ملک میں انہیں بی جے پی کے ایک شدت پسند لیڈر کی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔ ایک ایسا چہرہ جو کسی کی پروا نہیں کرتا۔ سنت سناتن کی روایت نہیں چھوڑتا۔ مٹھ کے باہر اور اندر مہنت ہی نظر آتا ہے۔**

ہندوتو کی لیباریٹری میں فی الحال دوسرا کوئی ایسا لیڈر نہیں ہے جو ان کے آس پاس تک بھی پہنچ سکے۔ جب یوپی میں مسلمانوں کے ساتھ زیادتی کے الزامات لگے تو یوگی نے انھیں روکا نہیں بلکہ انھیں اور ہوا دی اور شاید یہی ان کی خوبی ہے جس کی وجہ سے اگلے کچھ سالوں میں ان کو مزید نکھارنے اور سنوارنے کی تیاری کی جارہی ہے۔ آج پورے ملک میں انھیں بی جے پی کے ایک شدت پسند لیڈر کی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔ ایک ایسا چہرہ جو کسی کی پروا نہیں کرتا۔ سنت سناتن کی روایت نہیں چھوڑتا۔ مٹھ کے باہر اور اندر مہنت ہی نظر آتا ہے۔ اس کے ہمیں اب سے چار سال قبل ماضی میں دیکھنا ہوگا جب بی جے پی کی اعلیٰ قیادت یوگی کو وزیر اعلیٰ نہیں بنانا چاہتی تھی مگر کیرل میں چل رہے سنگھ کے اجلاس میں غور وفکر کے بعد یہ نام سامنے آیا تھا جس کے بعد جن لیڈروں نے دہلی میں ان سے ملاقات تک نہیں کی تھی وہی لکھنؤ پہنچ کر ان کی تاجپوشی کررہے تھے۔ یہ بھی سچ ہے کہ بی جے پی کی اعلیٰ قیادت نے ان کے گردوپیش کچھ ایسے لوگ بھی لگا دیئے تھے جو ان کے اعلانات کو بے معنی بنا سکیں، مگر یوگی نے ایک سخت منتظم کی طرح ان سب کو کنارے لگا دیا ہے۔ ان کی شدت پسندی اور سنگھ کی ترجیحات کو عملی جامہ پہنانے کی پالیسی نے انھیں ایک مضبوط اور طاقتور لیڈر بنا دیا ہے۔

یوگی کو صوبائی انتخابات کے مواقع پر پورے ملک میں بی جے پی برانڈ کے طور پر پیش کیا گیا۔ بغیر کچھ کہے ہندوتو کا پیغام اور ہندو راشٹر کا تصور ان کے ذریعہ عوام تک پہنچایا گیا اور ان کی جانبدارانہ پالیسی کو ہندوؤں کا ذہن مسخر کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ سنگھی تجربہ گاہ میں یوگی پوری طرح فٹ بیٹھے۔ رام مندر بنانے سے لے کر تاج محل میں قدم نہ رکھنے کی ان کی پالیسی نے ہندوؤں کے دل میں دبی چنگاری کو جگا دیا ہے۔

گزشتہ دنوں جدید اور سیکولر نظریات کے لوگوں کے ساتھ بی جے پی کے بہت سے لیڈروں نے بھی یوگی آدتیہ ناتھ کی نکتہ چینی کی تھی۔ شکایتیں کی گئیں مگر کسی کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ کووڈ-۱۹ کے دوران جس طرح سے مرکز کی طرف سے تبلیغی جماعت اور دیگر مسلمانوں پر جھوٹے مقدمات تھوپے گئے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان کی جتنی نکتہ چینی ہوئی یوگی کو اتنا ہی فائدہ ملا اور اس طرح ان کی شخصیت ایک شدت پسند ہندو حکمراں کی بن گئی۔ انھوں نے شاہین باغ جیسی تحریکوں کو یوپی میں ابھرنے نہیں دیا جبکہ سب سے زیادہ مسلم آبادی اسی صوبہ میں ہے۔ مسلم چہرہ سمجھے جانے والے ایس پی لیڈر اعظم خاں اور ان کے پورے خاندان کو جیل میں ڈالنے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے گئے۔ متعدد مرتبہ عدالتوں کے احکامات کو نظر انداز کر کے انھوں نے اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھایا جس سے مان لیا گیا کہ یوگی کو نہ عدالت کا خوف ہے اور نہ ہی اعلیٰ قیادت کا۔

گزشتہ دنوں جب ان کو ہٹانے کی مہم چلائی گئی تو انھوں نے کچھ اس طرح کا رویہ اپنایا جیسے اس سے انھیں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔ اس مہم کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے سنگھ کے متوقع سرسنچالک فوراً لکھنؤ پہنچ گئے۔ ان کے صلاح ومشورہ کے بعد صاف پیغام دیا گیا کہ یوگی تو سنت ہیں اور سنت سے کوئی شکایت نہیں ہوسکتی، پھر سرسنچالک موہن بھاگوت دہلی پہنچے اور ان کا بھی مرحلہ وار صلاح و مشورہ جاری رہا۔ انھوں نے سیاسی پس منظر سے لے کر اسمبلی انتخابات کے نتیجوں اور آئندہ ہونے والے انتخابات تک سبھی معاملوں پر غور وفکر کیا۔ کووڈ-۱۹ وبا میں موقع تلاش کرنے کے لیے کام کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے بی جے پی اور حکمراں قیادت سے دوری بنائی مگر اپنا پیغام واضح کردیا۔ انھوں نے یوگی کو ایک لائق منتظم اور ان کے کاموں کو بہترین قرار دے کر پوری تصویر صاف کردی۔

اس کے بعد یوگی جب چارٹرڈ ہوائی جہاز سے اچانک دہلی پہنچے تو ایک بار پھر مختلف قسم کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں، جنھیں بی جے پی اور سنگھ کے بارے میں علم نہیں تھا، انھوں نے یہ کہہ کر مباحثہ شروع کردیا کہ یوگی راج میں سب کچھ ٹھیک نہیں ہے جبکہ سچ یہ ہے کہ ان کو دہلی مستقبل کی حکمت عملی کے مدنظر بچھائی جانے والی بساط کے بارے میں بتانے کے لیے بلایا گیا تھا۔ کیسے انتخابات کے دوران سبھی کا ساتھ اور ہندوتو چہرہ کا فائدہ اُٹھایا جائے۔ اس پر غور وخوض ہوا اور اس طرح یوگی کی یہ دہلی یاترا انھیں مزید مضبوط بنانے کی حکمت عملی کا ہی ایک حصہ ثابت ہوئی، یوگی کو حکومت کے افسران اور پارٹی کے عہدیداران مہاراج کہہ کر خطاب کرتے ہیں۔ نہ صرف کٹر ہندوتو کو اپنانے والے بلکہ سوشل میڈیا اور سرکاری دفاتر میں بھی انھیں مہاراج ہی کہا جاتا ہے۔ ہندستان بھلے ہی دستور میں سیکولر جمہوریت بنا رہے گا مگر جب اس کا سربراہ شدت پسند شبیہ کا بھگوا دھاری مہنت ہوگا تو یقینی طور پر ہندوتو اور ہندو راشٹر کا خواب پورا ہوگا۔ یہی تو راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ چاہتا ہے۔ یوگی کی دہلی یاترا، یہ بھی سمجھانے کے لیے تھی کہ ان کو صلاح ومشورہ تو دیا جاسکتا ہے مگر ان کے مستقبل کا فیصلہ ناگپور کے ہی ہاتھ میں رہے گا۔ یہ بھی صاف کردیا گیا کہ یوگی کی چغلی اور تنقید کا کوئی فائدہ کسی کو بھی ہونے والا نہیں ہے۔ انھیں سنگھ کی ہدایت ہے کہ ملک کی موجودہ قیادت سے حکمت عملی اور ڈپلومیسی تو سیکھیں مگر کریں وہی جو انھیں سنگھ کہے۔ سنگھ کے ذریعہ ایماندار رہنا اور نیک چلن مہنت کے ساتھ ہی سخت حکمراں کی شکل میں انھیں تراشا جارہا ہے تاکہ وہ بی جے پی کا مستقبل بن سکیں۔ اس طرح سمجھنے کا پیغام سنگھ نے بی جے پی کے ان لیڈروں، مبصروں اور تنقید نگاروں کو بھی دیا ہے جو یوگی ہٹاؤ کی مہم میں لگے ہوئے تھے۔ ایسے لوگ اگر یوگی کے ساتھ چلیں گے تو ان کی تکلیفوں سے وہ نرم دل بن سکتے ہیں ورنہ سخت حکمراں کے طور پر تو ان کی شبیہ بن ہی چکی ہے اور یہی شبیہ بنانا ہی سنگھ کی منشا ہے جس کے لیے کچھ قربانی دینا بھی منظور ہے۔ □□

> **ہندستان بھلے ہی دستور میں سیکولر جمہوریت بنا رہے گا مگر جب اس کا سربراہ شدت پسند شبیہ کا بھگوا دھاری مہنت ہوگا تو یقینی طور پر ہندوتو اور ہندو راشٹر کا خواب پورا ہوگا۔ یہی تو راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ چاہتا ہے۔ یوگی کی دہلی یاترا، یہ بھی سمجھانے کے لیے تھی کہ ان کو صلاح و مشورہ تو دیا جاسکتا ہے مگر ان کے مستقبل کا فیصلہ ناگپور کے ہی ہاتھ میں رہے گا۔ یہ بھی صاف کردیا گیا کہ یوگی کی چغلی اور تنقید کا کوئی فائدہ کسی کو بھی ہونے والا نہیں ہے۔ انہیں سنگھ کی ہدایت ہے کہ ملک کی موجودہ قیادت سے حکمت عملی اور ڈپلومیسی تو سیکھیں مگر کریں وہی جو انہیں سنگھ کہے۔**

## مہاراشٹر کے قیامت خیز سیلاب متاثرین کی مدد کے لیے اہل خیر حضرات آگے آئیں

### جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود اسعد مدنی کی اپیل

### جمعیۃ کا مرکزی وفد متاثرہ مقامات تک پہنچا، جمعیۃ ریلیف کمیٹی تشکیل، وسیع پیمانے پر کام شروع

نئی دہلی ۲۴ / جولائی ۲۰۲۱ء: مہاراشٹر کے کئی اضلاع بالخصوص رتنا گیری، رائے گڑھ و دیگر علاقوں میں مسلسل بارش کی وجہ سے قیامت خیز صورت حال کا سامنا ہے۔ لاکھوں کی آبادی اپنے آشیانے سمیت مکمل طریقے سے پانی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ ان گنت جانیں لقمہ اجل بن چکی ہیں اور ہزاروں افراد کو اگر فوراً محفوظ مقام تک نہیں پہنچایا گیا اور کھانے پینے کی اشیاء فراہم نہیں کی گئیں تو ان کی زندگی کو بھی شدید خطرہ لاحق ہے۔ اس کے مدنظر جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے تمام اہل خیر حضرات اور ہمدردان وطن سے اپیل کی ہے کہ مصیبت کی اس گھڑی میں مصیبت زدوں کی مدد کے لیے آگے آئیں۔ مولانا مدنی نے کہا کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو آزماتا ہے، ایسے موقع پر اگر کوئی پریشان حال لوگوں کی مدد کے لیے آگے آتا ہے تو اللہ تعالی کو وہاں پاتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ مولانا مدنی نے کہا کہ جمعیۃ علماء ہند نے حسب روایت بچاؤ اور راحت رسانی کا کام شروع کردیا ہے، نیز جمعیۃ علماء ہند کا ایک مرکزی وفد مولانا حکیم الدین قاسمی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند کی سرکردگی میں متاثرہ علاقہ کے لیے روانہ ہوگیا ہے۔ راحت رسانی کے کاموں کو منظم کرنے کے لیے ایک جمعیۃ ریلیف کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ہے۔ جمعیۃ علماء ہند ہمیشہ ریلیف وراحت کے کاموں کو مرحلہ وار انجام دیتی ہے، پہلے مرحلے میں متاثرہ علاقوں سے لوگوں کو بچانا، ان کو شیلٹر ہوم، کھانے پینے اور برتنے کی اشیاء کی فراہمی سب سے بنیادی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ آگے کے مرحلے میں باز آبادکاری کا عمل بھی انجام دیا جائے گا۔ واضح ہو کہ جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا محمود مدنی نے جمعیۃ ریلیف کمیٹی برائے مہاراشٹر اسیلاب زدگان ۲۰۲۱ء تشکیل دی ہے جس کے کنوینر مفتی محمد رفیق پورکر رائے گڑھی نائب صدر دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء مہاراشٹرا (رابطہ نمبر: 9422383711، 85510048484 8) ہوں گے، جب کہ معاون کنوینر جمعیۃ علماء مہاراشٹرا کے صدر مولانا حافظ ندیم صدیقی (9665017313, 9422657332) ہوں گے۔ باقی ارکان قاری محمد ایوب اعظمی خازن جمعیۃ علماء مہاراشٹرا، مولانا مفتی محمد روشن صاحب صدر دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء مہاراشٹرا، قاضی محمد حسین ماہمکر صدر جمعیۃ علماء رائے گڑھ، مولانا محمد اعجاز پہنالکر صاحب، ناظم جمعیۃ علماء کوکن، مفتی توفیق احمد مظاہری صاحب صدر جمعیۃ علماء رتنا گیری، مولانا محمد الیاس بغدادی صاحب صدر جمعیۃ علماء تعلقہ چپلون اور مولانا محمد ابراہیم صاحب قاسمی صدر جمعیۃ علماء ضلع شولاپور ہیں۔

میزان
مولانا عبدالحمید نعمانی

# موہن بھاگوت کا خطاب - کچھ اہم باتیں

ڈاکٹر موہن بھاگوت کا حالیہ بیان (۴/جولائی ۲۰۲۱ء، غازی آباد) کئی جہات سے قابل توجہ اور ماب لنچنگ، فرقہ وارانہ تشدد، ہندو مسلم اتحاد کے تعلق سے قول و گفتار کی حد تک لائق خیر مقدم ہے۔ موہن بھاگوت کے بیان کا تناظر سیاسی کم تہذیبی، سماجی، تاریخی اور فلسفہ وجود پر مبنی روحانی زیادہ ہے جو ہندو فلاسفی ادویت واد (تصور وحدت الوجود) کی بنیاد پر قائم ہے، خطاب کے اہم نکات یہ ہیں:

(۱) تمام ہندوستانیوں کا ڈی این اے ایک ہے چاہے وہ کسی بھی دھرم کے ہوں، (۲) جو لوگ ماب لنچنگ میں ملوث ہیں وہ ہندوتو مخالف ہیں، ایسے افراد کو سزا ملنی چاہیے، اس کے لیے قانون اپنا کام کرے گا، (۳) ہندو مسلم اتحاد کی بات بھرم ہے کیونکہ ہندو مسلمان تو پہلے سے ہی ایک ہیں، پوجا پاٹ کے طریقوں کے اختلافات کی بنیاد پر بھید بھاؤ نہیں کیا جاسکتا، (۴) مذہب سے قطع نظر ہندوستانی ایک آبا واجداد کی اولاد ہیں، وجود واحد ہے اور وجود کی وحدت کا سچ ہے، (۵) ملک میں اتحاد کے بغیر ترقی ممکن نہیں ہے، (۶) ہم جمہوری ملک میں رہتے ہیں، یہاں ہندو یا مسلمانوں کا غلبہ نہیں ہوسکتا، صرف اور صرف ہندوستانیوں کا ہی غلبہ ہوسکتا ہے، اگر کوئی ہندو یہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کو یہاں نہیں رہنا چاہیے تو وہ ہندو نہیں، (۷) ہم وطن مفاد کے حامی ہیں، (۸) سیاست لوگوں کو متحد نہیں کرسکتی، سیاست لوگوں کو متحد کرنے کا ہتھیار نہیں بن سکتی ہے لیکن سیاست ایکتا کو بگاڑنے کا ہتھیار ضرور بن سکتی ہے، (۹) ہندو ہیں تو ہندو راشٹر تو ہے۔

بھاگوت کے خطاب میں کئی باتیں اہم اور سنگھ کے تاریخی تسلسل سے کچھ الگ نظر آنے والی ہیں۔ کئی باتیں ذہانت اور گہری منصوبہ بندی پر مبنی ہیں کہ مذہبی تہذیبی شناخت کے حوالے سے دیگر کے الگ وجود کو واضح اور باقاعدہ طور سے تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ دیگر کی آزادی اور وجود کو تنوعات والے بھارت اور ایک جمہوری نظام میں ضروری ہے، بھارت میں کوئی ایک تہذیب مختلف مذاہب اور روایات کے حامل باشندوں کے اتحاد کی مشترکہ بنیاد نہیں بن سکتی ہے، ان کے لیے مشترکہ بنیاد وطن ہی بن سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ملک کے سارے باشندے ہندی ہیں نہ کہ ہندو جیسا کہ ڈاکٹر موہن بھاگوت اور سنگھ والے کہتے ہیں، اس سلسلے میں مولانا آزادؒ، مولانا مدنیؒ اور گاندھی، نہرو کا راشٹر واد بہتر رہنمائی کرتا ہے نہ کہ گولوالکر، ساورکر اور بھاگوت کا ہندو کمیونٹی پر مبنی تصورِ قومیت، ہندو سے ہندی تک رسائی کے بعد راشٹر واد اور فرقہ وارانہ اتحاد کی راہ کی بیشتر رکاوٹیں ختم ہوجائیں گی۔

جہاں تک وجود کی وحدت کی سچائی کا مسئلہ ہے اسے اسلام اور اس کے ذی علم نمائندے بہتر طور سے حل کر چکے ہیں۔ قرآن تمام انسانوں کو مکرم قرار دیتے ہوئے بغیر کسی فرق و امتیاز کے ان کی تکریم کا اظہار و اثبات کرتا ہے۔ ایک بے قصور کے قتل کو تمام انسانوں کا قتل قرار دے کر وحدت وجود کے سچ کو واضح انداز میں جتلا دیا ہے۔ رسول

> **اگر بقول ڈاکٹر بھاگوت بھارت میں اسلام خطرے میں نہیں ہے تو ہندومت بھی خطرے میں نہیں ہے، ان کی ہندوتو پر مبنی فلاسفی کے تحت آزادی کے حق کے تناظر میں کسی عقیدہ و عمل کو اختیار کرنا سچائی سے سچائی کی طرف آنا ہے نہ کہ تبدیلی مذہب، سی اے اے وغیرہ کے ذریعہ شہریوں کے درمیان تفریق اور بھید بھاؤ، جو آئین کے خلاف ہونے کے ساتھ ہندو مسلم کے ایک ہونے کے دعوے پر بھی سوال کھڑا کرتا ہے۔**

کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ''کلکم بنی آدم'' کہہ کر تمام انسانوں کو ایک ماں باپ کی اولاد کا اعلان و اظہار کردیا ہے۔ ایسی حالت میں مسلم ملت کے لیے دنیا کے کسی بھی ملک یا خطے میں ڈی این اے کے حوالے سے کوئی بھی رائے و تحقیق وحدتِ بنی آدم کے لیے سرے سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہندوستانی فکر و فلسفہ کے تناظر میں ادویت واد (تصور وحدتِ وجود) کے سلسلے میں وجود کی وحدت کا مسئلہ صرف نظریاتی حد تک ہے، عمل میں آج تک نہیں آسکا ہے، جس کی وجہ سے طبقاتی نظام کے تحت سماج برہمن، چھتری، ویش اور شودر میں تقسیم ہوگیا اور اس کی بنیاد میں دھرم شامل ہوگیا۔ وجود کی وحدت کے سلسلے میں گرو گولوالکر اور ڈاکٹر بھاگوت یکساں نظریہ رکھتے ہیں لیکن شنکر آچاریہ کی طرح دیگر وجود کو وہم (متھیا) قرار دینے کے باوجود عمل میں نہیں لاسکے، یہ پورے ہندوتو وادی سماج کا معاملہ ہے، سوامی وویکانند نے اس کا کھلا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے:

''میرا تجربہ ہے کہ اگر کبھی کوئی مذہب انسانی مساوات کی منزل تک قابل لحاظ حد تک پہنچتا ہے تو وہ اسلام اور صرف اسلام ہے، میرا قطعی خیال ہے کہ عملی اسلام کی مدد کے بغیر ویدانت کے نظریات خواہ کتنے ہی اچھے اور شاندار ہوں عام انسان کے لیے بالکل بے فائدہ ہیں۔ ہمارے مادرِ وطن کے لیے دو عظیم نظاموں کا میل ہندومت اور اسلام، ویدانت دماغ اور اسلام جسم واحد امید ہے۔ میں اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ مستقبل کا معیاری ہندستان انتشار و افتراق سے نکل کر ویدانت دماغ اور اسلام جسم کے ذریعہ کامیاب اور فتح مند ہو رہا ہے۔ (لیٹرس آف سوامی وویکانند، صفحہ ۳۷۹ سے ۳۸۰) یہ مکتوب دس جلدوں میں شائع کلیاتِ وویکانند کی مکتوبات پر مشتمل جلد میں بھی شامل ہے۔

مسلم مفکرین و اکابرؒ، شیخ ابن عربیؒ، مولانا رومؒ، مولانا جامیؒ، فریدالدین عطارؒ، علامہ مہائمیؒ، شاہ ولی اللہؒ، اسماعیل شہیدؒ، حاجی امداد اللہؒ، امام قاسم نانوتویؒ، مولانا سندھیؒ وغیرہم وجود کی وحدت کے سچ کو بہت تفصیل و وضاحت سے پیش کر چکے ہیں۔ ہمیں گرو گولوالکر اور ڈاکٹر بھاگوت کے وجود کی وحدت کے نظریے سے کوئی دقت نہیں ہے، البتہ اس کی تعبیر و تشریح قابل بحث ضرور ہے، جس کی بھاوت کی طویل روایات و تواریخ میں بڑی گنجائش ہے۔ ماقبل تاریخ رام چندر اور جابالی رشی کا مکالمہ اور بعد کے دنوں میں آستک، ناستک، چارواک، سناتی اور بدھ، جین متوں کے درمیان آزادانہ مباحث اور ماضی قریب میں دیانند اور سناتن دھرمیوں کی باہمی بحثوں کی بہت سی مثالیں ہیں، ڈاکٹر بھاگوت کے خطاب کے ضروری نکات کے پیش نظر بہتر ڈائیلاگ کا اچھا آغاز ہوسکتا ہے۔ ڈاکٹر محمد منظور عالم نے کئی بار باہمی ملاقات و مذاکرات کی ضرورت کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے، گزشتہ دنوں جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا ارشد مدنی ڈاکٹر بھاگوت سے ملاقات کرکے عوامی سطح پر امن و اتحاد کی کوشش اور بات کہنے پر توجہ مبذول کراچکے ہیں۔

اس تناظر میں ڈاکٹر بھاگوت نے جو باتیں کہی ہیں ان کو بات چیت کرکے (باقی صـ۱۴ پر)

دریچے
م-س-ج-

# پیگاسیس اسپائی ویئر

## اسرائیلی کمپنی این ایس او کا بنایا ہوا یہ آلہ کیا اور کیسے کام کرتا ہے؟

فرانسیسی میڈیا تنظیم فوربیڈن اسٹوریز اور انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل کو پچاس ہزار سے زیادہ فون نمبروں کی فہرست تک رسائی ملی ہے جو اسپائی ویئر بنانے والی اسرائیلی کمپنی این ایس او کے سافٹ ویئر پیگاسس کو استعمال کرنے والے ممالک کے ممکنہ اہداف تھے۔ دنیا بھر کے سترہ مختلف صحافتی اداروں کے ساتھ مل کر ایمنسٹی اور فوربیڈن اسٹوریز نے 'دی پیگاسس پروجیکٹ' کے نام سے ایک تحقیق شروع کی جس میں انھوں نے ۸۰ کے قریب صحافیوں کی یہ فہرست شیئر کی اور ان نمبروں کا تجزیہ کیا تاکہ یہ جان سکیں کہ جاسوسی اور نگرانی کرنے والا یہ سافٹ ویئر کس کس کے فون کو متاثر کرچکا ہے۔ اس تحقیق کی مدد سے یہ معلوم ہوا کہ دنیا بھر میں ہزار سے زیادہ حکومتی اہلکاروں، صحافیوں، کاروباری شخصیات انسانی حقوق کے کارکنان، وکلا اور کئی لوگوں کے فون اس فہرست میں شامل ہیں۔ اس فہرست میں پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان کا ایک پرانا موبائل نمبر بھی شامل ہے۔ ان میں سے ۶۷/افراد کے موبائل ڈیوائس کو ایمنسٹی انٹرنیشنل نے تجزیہ کرنے کے لیے حاصل کیا جس میں سے ۳۷ فون ایسے تھے جن پر پیگاسس کے حملے کا سراغ ملا۔

این ایس او کمپنی کے پس منظر اور پیگاسس سافٹ ویئر کے بارے میں یہ تفصیلات کہ وہ کیسے کام کرتا ہے، کے بارے میں ہم نے کچھ سوالات کے جواب ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔

### این ایس او کیا ہے؟

این ایس او گروپ اسرائیل میں کام کرنے والی ایک نجی سافٹ ویئر کمپنی ہے جو ۲۰۱۰ء میں قائم کی گئی تھی۔ اس کمپنی کا سب سے معروف سافٹ ویئر 'پیگاسس' ہے جو ایپل کمپنی کے آئی فون اور اینڈرائڈ فونز تک خفیہ طریقے سے رسائی حاصل کرکے ان کی جاسوسی اور نگرانی کرسکتا ہے۔ کمپنی کے مطابق ان کا یہ اسپائی ویئر دنیا کے ۴۰ ممالک میں ۶۰ حکومتی صارفین کے استعمال میں ہے۔ واشنگٹن پوسٹ اخبار جو اس تحقیقی منصوبے کا حصہ بھی ہے، کے مطابق این ایس او کمپنی کے ۷۵۰ کے قریب ملازمین ہیں اور گزشتہ برس کمپنی کی سالانہ آمدنی ۴ کروڑ ڈالر سے زیادہ تھی۔ اس کمپنی کے اکثریتی حصص لندن کی ایک پرائیویٹ اکویٹی فرم 'نوالپینا' کے پاس ہے۔

### این ایس او کے خریدار کون ہیں؟

این ایس او کے مطابق وہ یہ معلومات ظاہر نہیں کرسکتے۔ پیگاسس خریدنے کے لیے اسرائیلی حکومت کی اجازت درکار ہوتی ہے کیونکہ اس کی خرید و فروخت کی تمام دستاویزات مکمل طور پر خفیہ رکھی جاتی ہیں۔ البتہ تحقیقی ادارے سٹیزن لیب کے مطابق انھوں نے دنیا بھر میں ۴۵ سے زیادہ ممالک میں پیگاسس اسپائی ویئر کے متاثرین کی شناخت کی ہے جن میں پاکستان، فلسطین، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بنگلہ دیش، سنگاپور، عمان، لیبیا، لبنان وغیرہ شامل ہیں۔ ایمنسٹی اور فوربیڈن اسٹوریز کی تحقیق کے مطابق کم از کم دس ایسے ممالک ہیں جو پیگاسس اسپائی ویئر کے صارفین میں سے ہیں۔ ان ممالک میں انڈیا، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، آذربائیجان، بحرین، قزاقستان، میکسیکو، مراکش، ہنگری اور روانڈا شامل ہیں۔

### پیگاسس اسپائی ویئر کیا ہے؟

پیگاسس بنانے والی کمپنی این ایس او کا کہنا ہے کہ ان کا سافٹ ویئر دہشت گردوں اور جرائم پیشہ عناصر کے خلاف استعمال کرنے کے لیے بنایا گیا ہے اور کمپنی اس سافٹ ویئر کو صرف ان ممالک کو فروخت کرتی ہے جو انسانی حقوق کے بارے میں اچھا ریکارڈ رکھتے ہیں۔

### پیگاسس کیسے کام کرتا ہے؟

پیگاسس بذریعہ ای میل یا میسیج بھیجے جانے والے لنک پر کلک کرتے ہی خود کو متاثرہ شخص کے فون میں انسٹال کرکے جاسوسی کرنے والے کو متاثرہ فون تک مکمل رسائی فراہم کرتا ہے۔ اس میں فون کی ہارڈ ڈرائیو میں موجود تمام ڈیٹا جیسے تصاویر، ویڈیوز، ای میل، کیلنڈر، میجنگ ایپ وغیرہ شامل ہیں، اس کے علاوہ یہ سافٹ ویئر فون کا کیمرہ مائیک وغیرہ استعمال کرکے فون پر یا اس کے قریب ہونے والی بات چیت سن اور ریکارڈ کرسکتا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل اور فوربیڈن اسٹوریز کی حالیہ رپورٹ کے مطابق پیگاسس کا تازہ ترین ورژن بغیر کسی لنک یا کوئی مواد ڈاؤن لوڈ کیے بغیر اپنے آپ کو ہدف والے فون میں انسٹال کرسکتا ہے۔ ماہرین نے اس کی صلاحیت کو 'زیرو کلک ولنربیلیٹی' کا نام دیا ہے یعنی اسے بغیر کسی لنک کو کلک کیے یا پیغام بھیجے بغیر ہی کسی فون میں ڈالا جاسکتا ہے اور اس کی یہی خصوصیت اس کو جاسوسی کے دیگر سافٹ ویئر سے مہلک بناتی ہے۔

### کیا پیگاسس کے لائسنس کو ہر سال رینیو کرنے کی ضرورت پڑتی ہے؟

پیگاسس کو باقی تمام ایپلی کیشنز یا سافٹ ویئر کی طرح ہر سال اَپ ڈیٹ کیا جاتا ہے جو بالکل مفت دستیاب ہوتی ہیں اور سسٹم پر اپ لوڈ کرنے کی ہدایات بھی مفت فراہم کی جاتی ہیں تاہم اضافی ٹیکنالوجی کا استعمال یا پھر کسی مخصوص ویب سائٹ تک رسائی حاصل کرنے کی صورت میں اضافی اخراجات لاگو ہوتے ہیں۔

### پیگاسس سے حفاظت کیسے ممکن ہے؟

ایمنسٹی انٹرنیشنل سمیت سائبر سیکورٹی اور ڈیجیٹل رائٹس پر کام کرنے والے عالمی اداروں نے ممکنہ طور پر ایک حفاظتی ٹول بنایا ہے جس کی مدد سے پیگاسس کے خلاف دفاع میں مدد مل سکتی ہے اور اس کا اعلان جلد ہی متوقع ہے۔

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل احتیاطی تدابیر بھی کارگر ثابت ہوسکتی ہیں:

☆ کسی بھی مشتبہ میسیج یا ای میل میں موصول ہونے والے کسی بھی لنک کو کلک کرنے سے گریز کریں۔

☆ کسی بھی شخص کی جانب سے کوئی دستاویز یا فائل موصول ہونے کی صورت میں پہلے بھیجنے والے سے تصدیق کرلیں کہ اس نے کوئی مواد بھیجا ہے یا نہیں اور مشکوک لگنے کی صورت میں اسے ڈاؤن لوڈ کیے بنا فوراً ڈیلیٹ کردیں۔

☆ اپنے موبائل اور اس میں موجود ایپلی کیشنز کو باقاعدگی سے اپڈیٹ کریں کیونکہ ایپلی کیشنز کے اَپ ڈیٹ ورژن پرانے ورژن کی نسبت زیادہ محفوظ ہوتے ہیں۔

گوشہ روزگار

# ہینڈ میڈ پیپر ایکو فرینڈلی کاروبار [1]

ہینڈ میڈ پیپر کنورزن کا کام کاغذ سے تیار مصنوعات کی بڑھتی ڈیمانڈ سے ہی نہیں، بلکہ صحت کے نقطۂ نظر سے بھی ایک کامیاب خود روزگار کی شکل میں اُبھر رہا ہے۔ ہینڈ میڈ پیپر کی کنورزن کا مطلب ہے ہاتھ کے ذریعہ کاغذ سے سودمند چیزیں تیار کرنا۔ یوں تو ہینڈ میڈ پیپر کنورزن کے کام میں فائلیں، بیگ، کیری بیگ، باکس، گفٹ پیکنگ باکس، فوٹو فریم، طشتری اور سجاوٹ کے سامان وغیرہ بنائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک یا ایک سے زیادہ آئٹم بنا کر اس فیلڈ میں اپنا کیریئر بنا سکتے ہیں۔ یہ کام آپ ہینڈ میڈ پیپر کنورزن کی ٹریننگ لیے ہوئے ملازمین یا اس انڈسٹری کے تجربہ کار کاریگروں اور جانکاروں سے بھی کراسکتے ہیں۔ لیکن اگر خود ٹریننگ لے کر شروع کریں تو زیادہ بہتر رہے گا۔

### جگہ کا انتخاب

اس کام کو اگر آپ ہاتھ سے کرتے ہیں تو کم از کم ۲۰۰ مربع فٹ جگہ کی ضرورت پڑے گی اور اگر آپ مشینیں لگا کر یہ کام کرنا چاہتے ہیں تو کم از کم ۱۵۰ گز جگہ کی آپ کو ضرورت پڑے گی۔ بڑی سطح پر کام شروع کرنا چاہتے ہیں تو جگہ بھی اسی حساب سے زیادہ ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ آپ اس کام کو کہیں بھی کرسکتے ہیں۔ یہ ہاؤس ہولڈ کام ہے۔ کام شروع کرتے وقت صرف اتنا دھیان رکھیں کہ آپ کو کچا مال لانے اور تیار مال بھیجنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

### ضروری آلات اور مشینیں

ہینڈ میڈ پیپر کنورزن کا کام ایک ایسا کام ہے، جو کچھ چھوٹے چھوٹے آلات سے بھی شروع کیا جاسکتا ہے۔ ایسے میں آپ کو سارا کام ہاتھ سے کرنا پڑے گا۔ اس میں آپ کو ہتھوڑا، کلپ، ڈائی، اِنچ ٹیپ، سوئی دھاگہ، سمبی، قینچی، فیوی کول وغیرہ کی ضرورت پڑے گی۔ اگر آپ مشینوں کے ذریعہ کام کرتے ہیں تو آپ کو کلپ، ڈائی، فیوی کول کے علاوہ پیپر کٹنگ مشین، ہائیڈرولک پریس مشین، ہائی لیٹ پچنگ مشین، ریک چاپر، ہائیڈرا پلور، لائننگ، کمپیوٹر وغیرہ کی ضرورت پڑے گی۔ اگر آپ ہاتھ سے کام شروع کرتے ہیں، تب تو آپ کو اپنے آس پاس کے بازار سے ہی سامان مل جائے گا لیکن اگر آپ مشینیں لگاتے ہیں تو آپ کو ان کی خریداری دہلی، جالندھر اور ممبئی سے کرنی ہوگی۔ دہلی این سی آر میں کچھ مشینیں مل جاتی ہیں۔

**لاگت:** اگر آپ ہاتھ سے کام شروع کرتے ہیں تو ۲۵۰۰۰-۳۰۰۰۰ روپے میں آپ کا کام چل جائے گا۔ لیکن مشینیں لگانے پر لاگت آپ کے انتخاب یعنی اس بات پر منحصر کرے گا کہ کس طرح کی مشینیں لگا رہے ہیں۔ اگر آپ مینول مشینیں زیادہ لگا رہے ہیں تو آپ کو ایک سے ڈیڑھ لاکھ روپے کی ضرورت پڑے گی اور اگر آپ بجلی سے چلنے والی جدید مشینیں لگانا چاہتے ہیں، تب آپ کو کم از کم چار پانچ لاکھ روپے خرچ کرنے ہوں گے۔ خیال رہے کہ یہ کام اس سے بڑی سطح پر بھی شروع کیا جاسکتا ہے۔ آپ جتنا بڑا پلانٹ لگائیں گے، پیسہ اتنا ہی زیادہ خرچ ہوگا۔ (جاری)

# جنھیں کورونا نہیں ہوا وہی ہیں نشانے پر

## کووڈ کا ٹیکہ آپ کو وبا سے لڑنے کی طاقت دیتا ہے، وبا کو روکتا نہیں ہے

### آئی سی ایم آر کے وائرس سائنس اور شعبہ وبائی امراض کے چیف ڈائریکٹر سمیرن پانڈا کا انٹرویو

**گزشتہ دنوں آئی سی ایم آر کا سیرو سروے آیا، جس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کی ۶۸ فیصد آبادی کووڈ سے متاثر ہوچکی ہے اور تقریباً چالیس کروڑ لوگوں پر ابھی خطرہ برقرار ہے، اس دوران ویکسین کو لے کر بھی لوگوں میں تذبذب دیکھنے کو مل رہا ہے۔ اس طرح کے تمام مسئلوں پر آئی سی ایم آر کے وائرس سائنس اور شعبہ وبائی امراض کے چیف ڈاکٹر سمیرن پانڈا سے بات چیت کی گئی، پیش ہیں اس بات چیت کے خاص حصے۔**

**س**: حالیہ سیرو سروے سے ۶۸ فیصد آبادی کے کووڈ سے متاثر ہونے کی بات سامنے آئی ہے۔ اس سے تیسری لہر کے تعلق سے کیا مطلب نکالا جائے، کیا وہ دوسری لہر سے کم خطرناک ثابت ہوگی؟

**ج**: ۶۸ فیصد لوگوں میں اینٹی باڈی ملنے کا مطلب ہے کہ سو لوگوں میں سے ۶۸ لوگوں کو انفیکشن ہوچکا ہے اس لیے اینٹی باڈی تیار ہوئی۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اس ۶۸ فیصد میں کچھ لوگوں نے ویکسین لے لی ہو، اس وجہ سے اینٹی باڈی تیار ہوئی، باقی رہ گئے ۳۲ فیصد تو اس ۳۲ فیصد میں اینٹی باڈی نہیں آئی ہے۔ ان میں مدافعتی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی ہے کیونکہ ان کو بیماری نہیں ہوئی ہے اور ویکسین بھی نہیں لگی ہے اس لیے ان پر وائرس کا خطرہ برقرار ہے۔

> **میں دو چیزیں کہنا چاہوں گا۔ ۳۲ فیصد یعنی ۴۰ کروڑ لوگ ہیں، ان چالیس کروڑ لوگوں میں اینٹی باڈی نہیں ہے۔ یہ بہت سارے صوبے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تو جن صوبوں میں دوسری لہر اتنی اونچائی تک نہیں گئی، وائرس اتنا نہیں پھیلا، وہاں اگر تیسری لہر آتی ہے تو خطرہ تو ہے ہیں۔ ان ریاستوں میں احتیاط ضرور برتنی چاہیے۔**

**س**: ان کی شناخت کا کوئی طریقہ ہے کہ یہ ۳۲ فیصد لوگ کون ہوسکتے ہیں؟

**ج**: یہ بہت بڑا ملک ہے، بڑے پیمانے پر ہم اسے الگ الگ طریقے سے دیکھتے ہیں، جب دوسری لہر آئی تھی تو پورے ملک میں وبا کا ۸۰ فیصد دس ریاستوں سے آیا تھا۔ ملک میں انیس صوبے ایسے تھے جن میں اس طرح کا مرض نہیں پھیلا جیسا کہ دہلی میں یا پھر مہاراشٹر میں پایا گیا تھا، تو ان تمام ریاستوں میں جو لوگ ہیں ان میں ایک اندیشہ ضرور ہے، یہاں میں دو چیزیں کہنا چاہوں گا۔ ۳۲ فیصد یعنی ۴۰ کروڑ لوگ ہیں، ان چالیس کروڑ لوگوں میں اینٹی باڈی نہیں ہے۔ یہ بہت سارے صوبے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تو جن صوبوں میں دوسری لہر اتنی اونچائی تک نہیں گئی، وائرس اتنا نہیں پھیلا، وہاں اگر تیسری لہر آتی ہے تو خطرہ تو ہے ہی۔ ان ریاستوں میں احتیاط ضرور برتنی چاہیے۔

**س**: ملک میں اگست سے دسمبر کے درمیان تیسری لہر آنے کی پیشین گوئی کی جارہی ہے۔ کچھ ماہرین نے ان ماڈلوں پر بھی سوال اُٹھائے ہیں جن کی بنیاد پر ایسے اندازے لگائے جارہے ہیں؟

**ج**: یہ پیشین گوئی کی بات نہیں ہے۔ یہ ماڈل ایکسرسائز ہے، تصور کیجیے کہ ہماچل پردیش میں دوسری لہر کے بعد بہت سارے سیاح چلے گئے جس کو ہم پاپولیشن ڈینسٹی کہتے ہیں، وہاں وہ اچانک بڑھ گئی تو ادھر وبا پھیلنے کے موقعے بھی بڑھ گئے۔ یہ پیشین گوئی نہیں ہے، سائنس ہے۔ جس صوبہ میں پہلی یا دوسری لہر میں زیادہ وبا نہیں پھیلی اس صوبہ میں یقیناً خطرہ ہے۔

**س**: حال ہی میں یہ خبر بھی آئی ہے کہ ویکسین کی دونوں ڈوز لینے کے باوجود کچھ لوگ ڈیلٹا ویری اینٹ سے متاثر ہوئے، اس مشکل سے نمٹنے کے لیے کیا کیا جاسکتا ہے؟

**ج**: ابھی ملک میں ڈیلٹا ویری اینٹ پھیل رہا ہے تو اس کے لیے بھی وہی احتیاط رکھنی ہوں گی جو کورونا کے لیے رکھتے ہیں۔ کووڈ کا ٹیکہ آپ کو وبا سے لڑنے کی طاقت دیتا ہے لیکن وہ وبا کو روکتا نہیں ہے، آپ نے ٹیکہ لگوالیا اس کے بعد اگر آپ کو مرض لاحق ہوگیا تو وہ پیچیدہ نہیں ہوگا، آپ کو اسپتال میں داخل ہونے، آکسیجن یا انجکشن لگوانے کی ضرورت نہیں ہوگی لیکن بیماری پھر بھی آپ کو ہوسکتی ہے اور آپ سے دوسروں میں پھیل بھی سکتی ہے اس لیے ماسک تو ہمیشہ لگائے رکھنا چاہیے۔

**س**: دوسری لہر میں کچھ لوگ بار بار آکسی میٹر استعمال کرتے تھے، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ جسم میں آکسیجن لیول کیا ہے؟ ایسے ہی دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ اینٹی باڈی لیول بھی چیک کررہے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے کوئی مشورہ ہے؟

**ج**: امریکہ کا جو ایف ڈی اے ہے اس کا اور ہمارا یہی کہنا ہے کہ ویکسین لگوانے کے بعد کسی کو اپنی اینٹی باڈی کو چیک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ٹیکہ لگواتے ہیں تو جسم میں دو طرح کی لڑنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، ایک ہے اینٹی باڈی میڈی ایٹیڈ ایمیونٹی جو ٹیکے سے ملتی ہے، اور ایک ہے سیل میڈی ایٹیڈ ایمیونٹی جو جسم ڈیولپ کرتا ہے۔ ان دونوں کو نہ پاکر اگر صرف اینٹی باڈی ناپتے ہیں اور اس کے نمبروں سے پریشان ہوتے ہیں تو یہ نہیں کرنا چاہیے۔

**س**: کاک ٹیل ویکسین کے تعلق سے بھی تذبذب ہے، دونوں ویکسین ایک ہی کمپنی کی لگوائیں یا الگ الگ کمپنی کی؟

**ج**: ابھی تک اپنے ملک میں مشترک ویکسی نیشن کا

> **کووڈ کا ٹیکہ آپ کو وبا سے لڑنے کی طاقت دیتا ہے لیکن وہ وبا کو روکتا نہیں ہے، آپ نے ٹیکہ لگوالیا اس کے بعد اگر آپ کو مرض لاحق ہوگیا تو وہ پیچیدہ نہیں ہوگا، آپ کو اسپتال میں داخل ہونے، آکسیجن یا انجکشن لگوانے کی ضرورت نہیں ہوگی لیکن بیماری پھر بھی آپ کو ہوسکتی ہے اور آپ سے دوسروں میں پھی بھی سکتی ہے اس لیے ماسک تو ہمیشہ لگائے رکھنا چاہیے۔**

کوئی حکم جاری نہیں ہوا ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں کوئی ٹھوس ثبوت سامنے آیا ہے، میری صلاح ہے کہ اس کے بارے میں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔

**س**: یہ بھی کہتے ہیں کہ جن کو قدرتی ایمیونٹی ہے اس کو ٹیکے کی ضرورت نہیں ہے؟

**ج**: یہ بھی ایک غلط فہمی ہے۔ ہمیں ماننا چاہیے کہ ٹیکہ سب کو لگوانا ہی پڑے گا۔ کسی میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ کووڈ سے گارنٹی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ سائنس کہتی ہے کہ ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے کہ وبا کے اس دور میں کسی کو کووڈ نہیں ہوگا، اس لیے ٹیکہ تو سب کو ہی لگوانا چاہیے۔ ◻◻

## سماجوادی پارٹی کی آندھی میں کچرے کی طرح اڑ جائے گی اویسی کی پارٹی: ابوعاصم اعظمی

**ابو عاصم اعظمی کا کہنا ہے کہ بی جے پی یوپی اسمبلی انتخاب ہارنے والی ہے، اس لیے وہ چاہتی ہے کہ کوئی اویسی، کوئی آزاد یا بی ایس پی مسلمانوں کو کھڑا کرے تاکہ ووٹ تقسیم ہو جائیں**

اترپردیش میں آئندہ سال اسمبلی انتخابات ہونے والے ہیں اور اس کو لے کر سبھی چھوٹی بڑی پارٹیوں نے سرگرمیاں تیز کردی ہیں۔ اس بار اترپردیش میں اسدالدین اویسی کی پارٹی اے آئی ایم آئی ایم بھی اپنی قسمت آزمائی کرنے والی ہے اور کچھ چھوٹی پارٹیوں کے ساتھ اتحاد بھی قائم کرچکی ہے۔ اس درمیان سماجوادی پارٹی کے مشہور و معروف لیڈر ابوعاصم اعظمی کا ایک بیان سامنے آیا ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ اویسی کی پارٹی اسمبلی الیکشن میں ٹکنے والی نہیں ہے، وہ سماجوادی پارٹی کی آندھی میں کھر-پتوار (کچرے) کی طرح اڑ جائے گی۔ ابوعاصم اعظمی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ بی جے پی اترپردیش اسمبلی انتخاب میں ہارنے والی ہے، اس لیے وہ چاہتی ہے کہ کوئی اویسی، کوئی آزاد یا بی ایس پی مسلمانوں کو کھڑا کرے اور ان کے ووٹ تقسیم ہوجائیں، لیکن عوام عقلمند ہے۔ بی جے پی کے منصوبے اس بار کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔ مہاراشٹر سماجوادی پارٹی کے صدر ابوعاصم اعظمی نے مذکورہ بیان پارٹی کی میٹنگ کے بعد دیا ہے۔ انھوں نے نامہ نگاروں سے بات چیت کے دوران یہ بھی کہا کہ اکھلیش یادو نوجوان لیڈر ہیں اور اگر وہ وزیراعلیٰ کی شکل میں ریاست کی قیادت کرتے ہیں تو اترپردیش کی نہ صرف ترقی ہوگی بلکہ عالمی سطح کی ترقی ہوگی۔

## ہوا کے دوش پر

### تین سال تک تروتازہ رہنے والا گلاب، قیمت تیس ہزار روپے

دبئی میں کھلنے والی ایک کمپنی نے غیر معمولی خوبصورت اور کئی سال تک تازہ رہنے والے گلاب تیار کیے ہیں جن سے بنے بعض گلدستوں اور شاہکار کی قیمت ۸۰ ہزار ڈالر تک ہے۔ سب سے پہلے ان پھولوں کی کاشت لندن میں واقع فورایور روز نامی کمپنی نے کی تھی اور اب کمپنی نے ایک شاخ دبئی میں کھولی ہے۔ دبئی برانچ کے مالک ابراہیم الصمدی نے بتایا کہ یہ گلاب ایکواڈور کے آتش فشاں کے قریب کاشت کیا جاتا ہے۔ آتش فشانی راکھ میں پروان چڑھنے والے پھول فطری طور پر تادیر اپنی تازگی برقرار رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر فورایور روزی کا دعویٰ ہے کہ ان کے پھول تین سال تک خوشنما اور تازہ رہتے ہیں لیکن اس کے بعد پھولوں پر خاص گلیسرین لگائی جاتی ہے اور انھیں ایک قسم کے عمل سے گزار کر شیشے کے مرتبان سے ڈھانپا جاتا ہے۔ اگرچہ گلیسرین سے گزارے گئے پھول کئی دوسرے ادارے بھی فروخت کررہے ہیں لیکن فوراایور ینگ کا دیرپا گلاب پوری دنیا میں سب سے مہنگا ہے۔ مالدار افراد اور ادارے ہی یہاں سے پھول خریدتے ہیں اور ڈسپلے کے گلدستے اور شاہکار ڈیزائن کرواتے ہیں۔ یہاں تک کہ پھولوں سے تیار کردہ ایک سینگ والا گھوڑا بنایا گیا تھا جس کی قیمت ۸۰ ہزار ڈالر یعنی ایک کروڑ روپے سے بھی زائد ہے۔ فوراایور روز کی ویب سائٹ سے آپ ایک پھول سو سے دو سو ڈالر میں خرید سکتے ہیں لیکن ایک یا دو پھولوں والے گلدستوں کو تین سو سے پانچ سو ڈالر میں بھی فروخت کیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ بڑے گلدستے ہزاروں ڈالر میں فروخت کیے جارہے ہیں۔

### چین میں دنیا کا سب سے بڑا فلکیاتی میوزیم قائم

چین میں دنیا کے سب سے بڑے اور خوبصورت ڈیزائن کے حامل فلکیاتی میوزیم کا افتتاح ہوگیا ہے۔ اس کا بیرونی ڈیزائن پیچیدہ وخمیدہ اشکال میں ڈھالا گیا ہے جو کائناتی جیومیٹری کو ظاہر کرتا ہے۔ مرکزی عمارت کو اوپر سے دیکھا جائے تو لگتا ہے کہ اوپر تلے تین دائرہ نما ساختیں موجود ہیں۔ یہ ڈیزائن سیاروں اور ان کے مدار کو ظاہر کرتا ہے۔ میوزیم کل چار لاکھ بیس ہزار مربع فٹ پر پھیلا ہوا ہے جس میں کئی کمروں پر مشتمل نمائشی ڈسپلے، سیارہ گاہ (پلانیٹوریم)، ایک رصدگاہ اور ۷۸ فٹ بلند شمسی دوربین بھی نصب ہے۔ اس کا ڈیزائن امریکی فرم نے بنایا ہے جسے ۲۰۱۴ء کا ڈیزائن ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔ اس طرح یہ عمارت مکمل طور پر فلکیاتی تصورات کو واضح کرتی ہے۔ اس کے مرکزی دروازے میں روشنی کا ایک دائرہ ہے جو موسم اور دن کے وقت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس میں روشنی فرش پر پڑتی ہے اور سارا دن ایک سے دوسرے مقام تک منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح یہ ایک دھوپ گھڑی کا کام کرتی ہے۔ اس سے آگے پلانیٹوریم کی مرکزی عمارت ہے۔ اس کا ڈیزائن چاند کی طرح گول ہے اور یوں لگتا ہے کہ جیسے چاند طلوع ہورہا ہے۔ اس کے نیچے بے وزنی دِکھائی گئی ہے جس کے نیچے سے لوگ گزر سکتے ہیں۔ اس کے آگے شیشے سے بنا الٹا گنبد ہے جہاں رات کو بیٹھ کر آسمان کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔

### دُنیا کا سب سے گہرا سوئمنگ پول اب دبئی میں

دُنیا کی بلندترین عمارت اور کئی ریکارڈز کا اعزاز رکھنے والے دبئی میں اب دنیا کا سب سے گہرا سوئمنگ پول بھی کھول دیا گیا جس کے نیچے روشنی، موسیقی اور کھیلوں کا اہتمام بھی ہے۔ رپورٹ کے مطابق دبئی میں دنیا کے سب سے گہرے سوئمنگ پول کا افتتاح ہوگیا۔ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈز نے ڈیپ ڈرائیو دبئی کو ۲۰۰ فٹ گہرائی رکھنے کے باعث دنیا کے سب سے گہرے سوئمنگ پول کے اعزاز سے نوازا ہے۔ ڈیپ ڈائیو دبئی کے ڈائریکٹر امریکی شہری جیرڈ جبلوسکی ہے۔ اس سوئمنگ پول کی ساخت ایک سیپ کی طرح ہے جس کا مقصد موتی تلاش کرنے کی قدیم عرب روایت کا احیاء ہے۔ پہلے مرحلے میں اسے رہائشیوں سے خالی ڈوبے ہوئے شہر میں غوطہ خوری کے لیے دعوت ناموں کے ذریعے ہی سہولت فراہم کی جارہی ہے تاہم جلد ہی اسے عوام کے لیے کھول دیا جائے گا اور ایک گھنٹے غوطہ خوری کی قیمت ۱۳۵ سے ۱۴۰ ڈالر ہوگی۔ واضح رہے کہ ڈیپ ڈائیو دبئی غوطہ خوری کا واحد مرکز ہے جہاں ۶۰ میٹر یعنی تقریباً ۲۰۰ فٹ گہرائی میں سوئمنگ کی جاسکتی ہے جو کسی بھی پول سے ۱۵ میٹر زیادہ گہرا ہے اور جس میں چھ اولمپک سائز کے سائمنگ پولز کے حجم کے برابر ایک کروڑ ۴۶ لاکھ لیٹر تازہ پانی موجود رہتا ہے۔ اس پول کی ایک اور اہم بات اس کے نچلے حصے میں دیگر جسمانی سرگرمیوں جیسے ٹیبل فٹ بال، موسیقی اور روشنی کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ پول کی حفاظت کے لیے ۵۰ سے زائد کیمرے بھی نصب کیے گئے ہیں۔ واضح رہے کہ اس سے قبل دنیا کے سب سے گہرے سوئمنگ پول کا اعزاز پولینڈ کے پاس تھا جس کے شہر وارسا میں تعمیر کردہ سوئمنگ پول کی گہرائی ۱۵۰ فٹ ہے۔

ماضی کے جھروکے سے

تاریخ ہند کا ایک ورق

# ابوالمحاسن مولانا محمد سجادؒ (۳)

جو جمعیۃ علماء ہند کے پالیسی سازوں میں ایک اہم مقام کے حامل تھے

تحریر: مولانا محمد یٰسین جہازی (جمعیۃ علماء ہند)

## آپ کے خلاف مقدمہ

حاسدین جمعیۃ نے جمعیۃ علماء ہند کی عمومی مقبولیت کے پیش نظر جن اکابرین جمعیۃ کے خلاف مقدمہ کیا، ان میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند، حضرت مولانا حاجی احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کے علاوہ حضرت مولانا ابوالمحاسن سید محمد سجاد صاحب قائم مقام ناظم جمعیۃ علماء ہند کا نام بھی شامل تھا۔ (الجمعیۃ ۱۶ جنوری ۱۹۳۱ء)

## تحفظ حقوق مسلم کا مسودہ

۱۹ر مارچ ۱۹۳۱ء جمعرات کو جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا۔ اس کی تجویز نمبر ۶ میں مسلم حقوق کی حفاظت کے لیے تیار کیے جانے والے مسودہ پر نظر رکھنے کے لیے ایک دس رکنی مشاورتی کمیٹی تشکیل دی گئی، جس میں سرفہرست آپ کا نام شامل رکھا گیا۔

## مسلم نیشنلسٹ کانفرنس میں شرکت

مسلمانوں کی مختلف تنظیمیں ان دنوں ہندو مسلم مفاہمت کے فارمولے تلاش کرنے کے لیے اپنی اپنی تجاویز پیش کررہی تھیں۔ اسی مقصد سے نیشنلسٹ مسلم کانفرنس کرنے کا فیصلہ ہوا، تو جمعیۃ نے از ۳۱ر مارچ تا یکم اپریل ۱۹۳۱ء کو منعقد اپنے دسویں اجلاس عام کراچی میں اس میں شرکت کا فیصلہ کیا اور حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب اور حضرت مولانا احمد سعید صاحب کے ہمراہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ نے کانفرنس میں شرکت کی۔ (الجمعیۃ ۲۰ر اپریل ۱۹۳۱ء)

## آزاد ہندستان کا دستور اساسی

۳ر اگست ۱۹۳۱ء کو جمعیۃ نے اپنے اجلاس سہارنپور میں آزاد ہندستان کے لیے دستور اساسی کا مسودہ ''جمعیۃ علما کا فارمولہ'' کے نام سے پیش کیا، جس میں تمام مذاہب کی آزادی اور تمام مسلم حقوق کی رعایت کی گئی تھی۔ یہ فارمولہ بھی حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ کی فکری کاوش کا نتیجہ تھا۔ (حیات سجاد، ص ۱۵۰، مضمون حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی۔ مولانا ابوالمحاسن سجاد حیات و خدمات، ص ۲۹۷۔ مضمون مولانا اسرار الحق قاسمیؒ۔ تذکرہ ابوالمحاسن، ص ۴۴۸ مصنف: مفتی اختر امام عادل صاحب)

## الجمعیۃ اخبار آپ کی ملکیت میں

گول میز کانفرنس کے اختتام پر حکومت برطانیہ نے مختلف کمیٹیوں کی رپورٹوں، سفارشوں اور تجاویز پر مبنی ایک وضاحتی قرطاس ابیض مارچ ۱۹۳۳ء میں شائع کردی جسے بھارتیوں نے بالکل بھی قبول نہیں کیا اور بھارت کی مکمل آزادی کے لیے دوبارہ سول نافرمانی کی تحریک چھیڑ دی۔ چنانچہ اس کے لیے جمعیۃ نے ۲۹ر فروری سے ۲ر مارچ ۱۹۳۲ء کو دفتر جمعیۃ میں مجلس عاملہ کا ایک اجلاس کیا، جس میں دیگر تجویزوں کے ساتھ تحریک سول نافرمانی کو پوری قوت کے ساتھ شروع کرنے کے تعلق سے دو اہم فیصلے کیے۔ ایک فیصلہ تو یہ کیا کہ مجلس عاملہ کے تمام عہدوں کو ختم کرکے مکمل اختیارات حضرت صدر محترم مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کو دے دیا گیا۔ اور دوسرا اہم فیصلہ یہ کیا کہ اخبار الجمعیۃ کی ملکیت کو تبدیل کرکے مکمل اختیارات حضرت ابوالمحاسن مولانا محمد سجاد صاحب کے سپرد کردیے گئے۔

## ڈکٹیٹری نظام کی سربراہی

چنانچہ مفتی صاحب نے اپنے اختیارات اور سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے صدر سکریٹری کے عہدے کے بجائے ڈکٹیٹر کا سلسلہ قائم کیا۔ اور طے کیا کہ ہر ایک ڈکٹیٹر گرفتار ہونے سے پہلے دوسرے ڈکٹیٹر کو نامزد کردے۔ اسی طرح اس تحریک میں رضا کاروں کی بھرتی کی ذمہ

> **انگریز حکومت کی طرف سے موقع بموقع اسلامی قوانین کے خلاف کبھی شاردا ایکٹ اور کبھی مسودات حج کے خلاف قوانین پاس ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ ان تمام امور پر تحفظاتی نگاہ رکھنے کے لیے مجلس تحفظ ناموس شریعت قائم کی گئی، تو اس کے ناظم حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کو ہی بنایا گیا۔**

داری حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی۔ حضرت مولانا نے بھی اپنی سیاسی بصیرت کو استعمال کرتے ہوئے اتنی خوب صورتی سے اس نظام کو چلایا کہ اہل دانش مولانا کو ''جمعیۃ کا دماغ'' کہنے پر مجبور ہوئے۔ مورخ ملت حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب لکھتے ہیں کہ: مگر وہ ڈاکٹر جس کو بہت سے انجکشن دے دیے گئے تھے: ابو المحاسن مولانا سجاد صاحب (نائب امیر شریعت صوبہ بہار) تھے، رحمہم اللہ۔ 'دائرہ حربیہ' کے کلید بردار یہی حضرت تھے۔ (الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر ص ۸۸)

## مجلس تحفظ ناموس شریعت کی نظامت

انگریز حکومت کی طرف سے موقع بموقع اسلامی قوانین کے خلاف کبھی شاردا ایکٹ اور کبھی مسودات حج کے خلاف قوانین پاس ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ ان تمام امور پر تحفظاتی نگاہ رکھنے کے لیے مجلس تحفظ ناموس شریعت قائم کی گئی، تو اس کے ناظم حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کو ہی بنایا گیا۔ چنانچہ آپ نے مسودات حج کی مخالفت کرتے ہوئے ۱۰ جون ۱۹۳۲ء کو پورے ملک میں عام مظاہرے کا اعلان کیا۔

## متفقہ سمجھوتہ کی تلاش

ہندستان کی آزادی میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے پہلے انگریزوں نے گاندھی جی اور والیان ریاست کو لڑانے کی کوشش کی، لیکن اس میں کامیابی نہیں ملی، تو میدان عمل میں موجود الگ الگ مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کی تنظیموں کو آپس میں لڑانے کی سازش رچی۔ چنانچہ انگریزوں کو اس میں کامیابی مل گئی۔ ایک طرف انگریزوں نے جہاں ہندو کو مسلمانوں سے لڑا کر فرقہ وارانہ فسادات کرائے، وہیں دوسری طرف مسلمانوں کی مختلف تنظیمیں بھی آپس میں دس و گریباں رہیں، جن میں آپسی سمجھوتہ اور معاہدہ کے لیے لکھنو کے سلیم پور ہاوس میں میں ۱۶ر اکتوبر ۱۹۳۲ء کو مسلم کانفرنس ہوئی، جس میں جمعیۃ علماء ہند، جمعیۃ خلافت، نیشنلسٹ پارٹی، شیعہ کانفرنس، مسلم لیگ اور اراکین مسلم کانفرنس نے شرکت کی۔ کانفرنس شروع ہونے سے پہلے جمعیۃ علماء ہند کی مجلس شوریٰ کا ایک اجلاس ۱۵ر اکتوبر ۱۹۳۲ء کو منعقد ہوا، جس میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے بھی شرکت کی۔

## مسودات حج کی مخالفت

حج کے متعلق تین مسودے اسمبلی میں بحث کے لیے پیش ہونے والے تھے، تو مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے وائسرائے کو ایک تار بھیج کر ان پر بحث کو ملتوی کرنے کی گذارش کی اور یہ بتایا کہ مسلمانوں کی رائے معلوم کیے بغیر ان پر بحث خطرناک نتائج پیدا کردے گی۔ ''حج کے متعلق جو تین مسودارت قانون منتخب کمیٹی میں پیش ہونے والے ہیں، مہربانی کرکے ان پر بحث و تمحیص اور غور وفکر کو ملتوی کردیجیے؛ کیونکہ یہ مسودات پورے طور پر مسلمانوں کی آگاہی کے لیے شائع نہیں کیے گئے ہیں۔ موجودہ حالات میں جب کہ بہترین دماغ کے مسلمان جیلوں میں محبوس ہیں، اگر حکومت نے ان مسودات کو بغیر مسلمانوں کی صحیح رائے معلوم کیے پاس کردیا تو اس کے نتائج خطرناک ثابت ہوں گے۔'' (الجمعیۃ ۲۸ر مئی ۱۹۳۲ء)

اس کے بعد مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ نے ایک مفصل خط مسلم ممبران اسمبلی کے نام لکھ کر ان سے اسمبلی میں ان مسودوں کی مخالفت کی اپیل کی۔ یہ خط الجمعیۃ ۵ر اگست ۱۹۳۲ء کے شمارہ میں موجود ہے۔

## یوم حج اور احترام مساجد منانے کی اپیل

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب قائم مقام ناظم مرکزی مجلس تحفظ ناموس شریعت نے ۳۰ ستمبر ۱۹۳۲ء کو 'یوم احترام مساجد' منانے کا اعلان کیا۔ جو پورے ملک میں پورے جوش وخروش کے ساتھ منایا گیا۔ (الجمعیۃ ۲۸ر ستمبر ۱۹۳۲ء) (جاری)

# ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۸)

عام قانون کا دستور کے ارتقا میں خاص حصہ رہا ہے۔ مثلاً حکومت کی تنظیم اور کارکردگی کی تفصیل مختلف قوانین کے ذریعے عمل میں آئیں۔ سپریم کورٹ کی تنظیم اور ججوں کی مدتِ عہدہ، ان کی تنخواہیں قانون ہی نے طے کیں۔ الیکشن کے طریقے کا فیصلہ ریاستوں کی قانون ساز جماعتوں کے سپرد ہوا۔ ۱۸۸۷ء کے انتخابی قانون نے الیکشن کے جھگڑوں کو چکایا۔ کانگریس کی مختلف قانونی اور دستوری امور کی وضاحت اور تعبیر وقتاً فوقتاً امریکن عدالتوں نے کی ہے۔ اس سے دستور کا خاصا ارتقا ہوا۔ Implied Powers کا اصول سپریم کورٹ کی تعبیر اور تشریح کی وجہ سے معرضِ وجود میں آیا۔ اس عدالت کے فیصلوں کی بدولت مرکزی فیڈرل حکومت کو مختلف ریاستوں کے درمیان تجارت، ریلوے، تار، ہوائی جہاز اور ریڈیو کے سلسلے میں اختیارات حاصل ہوئے۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدروں نے دستور کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔ واشنگٹن، جیکسن، ابراہیم لنکن اور روز ولٹ نے اپنے اختیارات کو استعمال کرکے دستور کو خاص وسعت دی۔ نئے نئے ادارے قائم کیے۔ مثلاً صدارتی کابینہ (Presidential Cabinet) کا آغاز واشنگٹن نے کیا اور اس طرح سے یہ امریکن حکومت کا اہم اور باقاعدہ حصہ بن گئی۔

مختلف رواجوں اور طریقوں (Conventions) کا بھی دستور کی ترقی میں نمایاں حصہ رہا۔ ان کی وجہ سے دستور خاصا جاندار ہوگیا ہے۔ مثلاً دستور کے بنانے والوں نے صدر کے لیے بالواسطہ (Indirect) انتخاب کا طریقہ رکھا تھا لیکن اب عملاً صدر کا انتخاب بلا واسطہ ہوتا ہے۔ دستور کی رو سے ایوان نمائندگان (House of Representative) اپنے صدر یا اسپیکر کو منتخب کرتا ہے لیکن عملاً وہ ایوان کی اکثریتی پارٹی کا نامزد کردہ نمائندہ ہوتا ہے۔ اہم مرکزی عہدوں پر تقرر صدر کرتا ہے لیکن رواج کی رو سے ریاست میں اس قسم کے عہدوں پر تقرر صدر اس حلقے کے سینیٹ (Senate) کے ممبروں کے مشورہ سے بھی کرتا ہے۔

گاھے گاھے باز خواں...... ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ **الجمعیۃ** نئی دہلی

۱۴ر تا ۲۰ر اکتوبر ۲۰۰۵ء

# اقوام متحدہ کے ساٹھ سال — عالم اسلام کے لئے لمحہ فکریہ

> ۲۰۰۵ء میں اقوامِ متحدہ کے قیام پر ساٹھ سال کا عرصہ گزر گیا، اس نے اپنے اس ساٹھ سالہ دور میں عالم اسلام کو کیا دیا، اس پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے ایک اداریہ تحریر کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

اقوام متحدہ کی ساٹھویں سالگرہ کے موقع پر اس عالمی ادارے کا تین روزہ اجلاس اس اعلامیے کی منظوری کے بعد ختم ہوگیا ہے کہ دنیا سے غربت، صنفی امتیاز اور بیماریوں کے خاتمے کے لیے مشترکہ اقدامات کئے جائیں گے۔ عالمی رہنماؤں نے ۴۰ صفحات پر مشتمل ایک اصلاحاتی مسودے کو بھی منظوری دی جس میں دہشت گردی، نسل کشی اور انسانیت کے خلاف جرائم کی مذمت کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جنگ سے تباہ حال ملکوں کی امداد اور دہشت گردی کے خلاف کنونشن قائم کئے جائیں گے۔ اطلاعات کے مطابق اجلاس میں تخفیف اسلحہ اور سلامتی کونسل میں اصلاحات کو منظوری نہیں دی جاسکی۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا مذکورہ اجلاس اقوام متحدہ کی ساٹھویں سالگرہ کے موقع پر ہوا لیکن اسے اقوام متحدہ کی ساٹھویں سالگرہ کے بجائے ساٹھویں برسی کہنا زیادہ مناسب ہوگا، اس لیے کہ گذشتہ ساٹھ برسوں کے دوران دنیا کی کمزور قوموں کو کبھی بھی یہ محسوس نہیں ہوسکا کہ اقوام متحدہ کے نام کا کوئی ادارہ روئے زمین پر موجود ہے۔ اس لیے کہ اس ادارے نے کمزور ملکوں کے خلاف طاقتور اقوام کے آلۂ کار کا کردار ہی ادا کیا ہے۔ اگرچہ اقوام متحدہ کے چارٹر کی بنیاد قوموں اور ملکوں کے درمیان برابری کے اصول پر رکھی گئی ہے لیکن اقوام متحدہ کی ساخت پہلے دن سے ہی غیر جمہوری اور عدم مساوات سے عبارت رہی ہے۔ جمہوریت کا اصول اکثریت ہے لیکن اقوام متحدہ کے دو اداروں جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل مشتمل ہے اور جنرل اسمبلی میں اکثریت کی بنیاد ہی پر قراردادیں منظور ہوتی ہیں لیکن ان قراردادوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی جبکہ سلامتی کونسل اقوام متحدہ کا اصل ادارہ ہے۔

اقوام متحدہ کی ساخت کا یہ پہلو پہلے دن سے واضح ہے لیکن ایک ایسے زمانے میں جب جمہوریت، آزادی، مساوات، انصاف اور انسانی حقوق کا شور ہر طرف بلند ہے، دنیا کے کسی جمہوریت اور مساوات پسند کو یہ خیال نہیں آتا کہ دنیا میں طاقتور اقوام نے جبر اور ظلم کا جو بازار گرم کر رکھا ہے اس کی ایک وجہ اقوام متحدہ کی غیر جمہوری اور غیر مساوی تشکیل بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ادارہ اپنی پیدائش کے دن ہی انتقال کرگیا تھا اور دنیا کی کمزور اقوام ہر سال اقوام متحدہ کی سالگرہ کے نام پر اس کی برسی مناتی ہیں۔ اقوام متحدہ کا عملی کردار بھی کوئی راز نہیں ہے اور اس کا یہ کردار عالم اسلام کے لیے خاص طور پر تباہ کن ثابت ہورہا ہے۔

فلسطین کا مسئلہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا اقوام متحدہ کا ادارہ مگر سلامتی کونسل جب بھی اسرائیل کے خلاف کوئی قرارداد منظور کرتی ہے۔ امریکہ اسے ویٹو کردیتا ہے جبکہ مشرقی تیمور کا مسئلہ پیدا ہوتے ہی سلامتی کونسل میں چلا گیا اور مشرقی تیمور صرف دو سال میں آزاد ہوگیا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ مشرقی تیمور انڈونیشیا کا حصہ تھا جو مسلم ملک ہے اور یہاں عیسائیوں کی اکثریت تھی۔ سوڈان کے علاقے دارفور کا معاملہ حال ہی کی بات ہے۔ دارفور میں عیسائیوں کی بڑی تعداد آباد ہے۔ بی بی سی نے ایک رپورٹ میں الزام لگایا کہ سوڈانی ملیشیا دارفور میں عیسائیوں کا قتل عام کررہی ہے۔ اس رپورٹ کے سامنے آنے کے پندرہ دن کے اندر اندر معاملہ بین الاقوامی اُفق پر نمودار ہوگیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سلامتی کونسل میں پہنچ گیا۔ ریکارڈ سے ثابت ہے کہ اقوام متحدہ ساڑھے تین سال تک بوسنیا ہرزیگووینا میں مسلمانوں کی نسل کشی کو دیکھتی رہی۔ روانڈا میں ہوتو اور تتسی قبائل باہم لڑتے رہے اور دس لاکھ افراد قتل کردیئے گئے مگر اقوام متحدہ کو اس کی پوری طرح خبر ہی نہ ہوسکی اور اقوام متحدہ ان دس لاکھ لوگوں کو قتل ہونے سے نہ بچاسکی۔ اقوام متحدہ کے جرائم کی فہرست کافی طویل ہے۔ یہ ادارہ عراق کے خلاف امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی ننگی جارحیت روکنے میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ اس سے قبل اقوام متحدہ نے عراق پر اقتصادی پابندیاں عائد کیں اور وہ یہ دیکھنے میں ناکام رہی کہ ان پابندیوں سے صدام حسین کو کوئی نقصان نہیں ہورہا ہے البتہ ان پابندیوں سے دس لاکھ افراد جن میں پانچ لاکھ بچے بھی شامل تھے، ہلاک ہوگئے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس وقت اقوام متحدہ کو کمزور اقوام بالخصوص مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے۔

دُنیا بھر میں دہشت گردی کا شور برپا ہے اور تماشا یہ ہے کہ نہتے مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کر ان کے خلاف عالمی سطح پر حکمت عملی وضع کی جارہی ہے۔ مگر امریکہ اور برطانیہ سے کوئی نہیں پوچھ رہا ہے کہ انھوں نے جھوٹے الزام کے تحت اقوام متحدہ کے رکن عراق کے خلاف جارحیت کیوں کی اور وہاں تین سال میں ایک لاکھ عام شہریوں کو کیوں ہلاک کیا؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ جو اقوام متحدہ اس سوال سے قطع نظر کررہی ہے وہی اقوام متحدہ نسل کشی کے خلاف حکمت عملی وضع کررہی ہے۔ یہ ایک بھیانک تضاد ہے اور عالمی شعور اس تضاد کو صرف نوٹ کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج کی یہ ہماری دنیا جمہوریت، آزادی، مساوات اور تہذیب کا خواہ کتنا بھی دم کیوں نہ بھرلے مگر یہ نام نہاد مہذب آزاد اور جمہوری دنیا آج بھی ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے اصول پر عمل پیرا ہے۔ آج ہٹلر اور مسولینی پر لعنت بھیجی جاتی ہے مگر کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ آج بش اور ہٹلر کیا ان سے کم دنیا میں ظلم وستم کے پہاڑ ڈھا رہے ہیں جن پر آج کی مہذب دُنیا خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ تخفیف اسلحہ کا موضوع گذشتہ ساٹھ سال سے اقوام متحدہ کے ایجنڈے پر ہے مگر چونکہ اس کا تعلق بڑی طاقتوں سے ہے اس لیے آج تک اس سلسلہ میں کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوسکی جبکہ اسی موضوع پر سلامتی کونسل کے ایک مبہم فیصلہ کا سہارا لے کر پہلے افغانستان کو تباہ و برباد کرکے امریکی کالونی بننے پر مجبور کیا گیا اور اس کے بعد عراق کو تباہ و برباد کرکے اسے امریکی کالونی میں تبدیل کردینے کی کوشش کی جارہی ہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا جارہا ہے بلکہ اسی نام پر اب ایران پر نشانہ لگایا جارہا ہے۔ اور اس پر یلغار کرنے کے لیے بہانے ڈھونڈے جارہے ہیں۔ ان حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقوامِ متحدہ کا یہ ادارہ دنیا میں امن وسلامتی، آزادی، جمہوریت، مساوات اور تہذیبوں کی حفاظت کے لیے نہیں بلکہ اسلامی دُنیا کو یوروپ کا غلام بنانے کے لیے وجود میں لایا گیا تھا جس پر گذشتہ ساٹھ سال سے وہ پوری طرح عمل پیرا ہے۔

(باقی ص ۱۴ پر)

# عالمِ اسلام

## مقدس مساجد کی انتظامیہ میں بیس خواتین اعلیٰ عہدوں پر فائز

مقدس مساجد کی انتظامیہ کے سربراہ اعلیٰ شیخ ڈاکٹر عبدالرحمان السدیس نے بیس خواتین کو اعلیٰ عہدوں پر تعینات کیا ہے۔ یہ خواتین ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیے ہوئے ہیں۔ اخبار ۲۴ اور الوطن کے مطابق السدیس نے کہا کہ منفرد علمی استعداد اور عمدہ تجربات رکھنے والی خواتین کو انتظامیہ کے معاون سربراہ اور سیکریٹریز کے عہدوں پر تعینات کیا جائے گا، علاوہ ازیں مختلف ترقیاتی اداروں میں معاون سیکریٹری کے عہدوں پر بھی خواتین تعینات کی جائیں گی۔ ڈاکٹر السدیس نے اس سے قبل مقدس مساجد کی انتظامیہ کے ماتحت خواتین کو بااختیار بنانے والا ایک ادارہ بھی قائم کیا ہے، اسے مسجد الحرام مکہ مکرمہ اور مسجد نبوی مدینہ منورہ کے انتظامات میں جدت لانے کے لیے خواتین کو اعلیٰ عہدوں پر تعینات کرنے کا ٹاسک دیا گیا ہے۔ یہ خواتین سعودی وژن ۲۰۳۰ء کے تحت حج، عمرہ اور زیارت پر آنے والوں کو سہولتیں فراہم کریں گی۔

## ملیشیا سے تیر کر مکہ جانے کی کوشش کرنے والا نوجوان گرفتار

جہازوں اور کشتیوں میں سفر کے زمانے سے قبل تو سنا تھا کہ لوگ پیدل حج وعمرہ کرنے جاتے ہیں لیکن ملیشیا کے حکام نے ایک ایسے نوجوان کو حراست میں لیا ہے جو تیر کر مکہ جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ العربیہ کے مطابق ۲۸ سالہ نوجوان تانجونگ نے سمندر میں چھلانگ لگا دی تھی اور اسے کچھ دیر بعد پولیس نے تیرنے کے دوران حراست میں لے لیا تھا۔ اخبار ’نیو سٹریٹس ٹائمز‘ نے کہا ہے کہ اس سے قبل بھی اس شخص نے لاک ڈاؤن کے دوران سمندر کو پار کر کے دوسرے جزیرے پر رہنے والے اپنے دوست سے ملنے کی کوشش کی تھی۔ مقامی پولیس کے سربراہ کا کہنا ہے کہ ابتدائی معلومات کے مطابق ملزم دونوں واقعات میں ملوث ہے۔ اس بار ملزم کا کہنا ہے کہ وہ مکہ جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ متاثرہ شخص کو پنانگ ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے اور اس کا ذہنی توازن چیک کیا جا رہا ہے۔ تیراکی کے دوران اس شخص کے جسم سے منشیات کا سراغ نہیں ملا اور پولیس یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ آخر اس شخص نے تیر کر مکہ جانے کا فیصلہ کیوں کیا۔

## حرم کرین مقدمے کا حتمی فیصلہ: لادن گروپ کی کوتاہی ثابت نہیں ہوئی

مکہ مکرمہ میں اپیل کورٹ نے الحرم کرین کے مقدمے کا حتمی فیصلہ جاری کر دیا۔ بن لادن گروپ کو الزام سے بری کر دیا گیا۔ اخبار ۲۴ کے مطابق عدالت نے اپنے فیصلے میں کہا ہے کہ حرم کرین گرنے کے سلسلے میں بن لادن گروپ کی کوئی کوتاہی ثابت نہیں ہوئی۔ عدالتی بنچ نے فیصلہ کیا کہ بن لادن گروپ پر الحرم کرین گرنے کی ذمہ داری کا الزام ثابت نہیں ہوا۔ الزام لگایا گیا تھا کہ گروپ کی لاپروائی اور کوتاہی کی وجہ سے کرین گرنے کا حادثہ پیش آیا۔ عدالت نے پبلک پراسیکیوٹر کی جانب سے بن لادن گروپ کو حرمین کرین گرنے سے ہلاک ہونے والوں کی دیت، نقصانات کے معاوضے کا پابند بنانے کی بھی درخواست کی تھی جس کی بابت عدالت نے غیر متعلقہ معاملہ ہونے پر کوئی فیصلہ نہیں دیا۔ عدالت نے تعمیرات کی جگہ سلامتی ضوابط کی پابندی نہ کرنے پر تیرہ ملزمان کے خلاف کارروائی کا بھی مطالبہ کیا تھا۔ عدالت نے ان میں سے کسی کو بھی مجرم قرار نہیں دیا۔

# اصحابِ لوح وقلم کی یہ ناقدری کیوں؟

تحریر: محمد اشرف رضا قادری

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف قسم کے علوم وفنون اور بہت سی حکمتیں اور ہنر ودیعت فرمائے۔ مدارس اسلامیہ کے فارغین بھی نوع بہ نوع کمالات اور خوبیوں سے آراستہ ہیں۔ کوئی میدان خطابت کے شہسوار ہیں تو کوئی مفتی ومحقق ہیں۔ کوئی شعر وشاعری میں ید طولیٰ رکھتے ہیں تو کسی کو رب تعالیٰ نے لوح وقلم کی مہارت عطا فرمائی ہے۔ کسی کو درس وتدریس کا جوہر ملا تو کوئی امامت وخطابت میں کامیابی کا سفر طے کر رہے ہیں۔ ہر طبقے کے متعدد افراد ناقدری کے شکار ہیں، لیکن قلمکاروں کی اکثریت کو اس مشکل کا سامنا ہے۔

اربابِ تحریر کو ان کی قلمی خدمات پر عموماً کسی قسم کا معاوضہ بھی نہیں دیا جاتا۔ وہ بلا کسی اجرت ونذرانے کے محض خدمت دین یا قومی خدمات کے نام پر اپنا تحریری سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ بہت سے عمدہ محررین کے مضامین ورسائل شائع بھی نہیں ہو پاتے۔ جن قلمکاروں کی تحریریں شائع ہوتی ہیں تو کبھی ناشر وپبلشر احسان بھی جتاتے ہیں، حالانکہ صاحب تحریر کو ناشر وطابع کی جانب سے کوئی بدل خدمت بھی نہیں دیا جاتا۔ جو تحریر انہوں نے رقم کی ہے، وہ فی سبیل اللہ دینی خدمت ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ناشر وپبلشر کا احسان جتانا بھی عجب محسوس ہوتا ہے۔

بسا اوقات اصحاب لوح وقلم پر یہ بھی الزام آتا ہے کہ کسی حرص وطمع میں فلاں کی مدح سرائی میں وہ رطب اللسان ہوئے، حالاں کہ کسی کی سوانح نگاری یا کسی کے حیات نامہ کی ترتیب وتدوین کے وقت صاحب سوانح کے اوصاف حسنہ کا بیان لازمی طور پر کرنا ہوتا ہے۔ ان کی حیات کے مختلف گوشوں کو صفحات قرطاس پر منتقل کرنا ہوتا ہے۔

کبھی یہ الزام بھی عائد کیا جاتا ہے کہ مو؟لفین اپنی کتابوں کی اشاعت کے لیے اہل ثروت سے کثیر رقم وصول کرتے ہیں اور بہت سی رقم اشاعت کے بعد بھی ان کے پاس محفوظ رہتی ہے۔ اس طرح اصحاب قلم نے حصول زر کی ایک صورت نکالی ہے۔ معترضین کا یہ خیال بھی غلط ہے، کیوں کہ ایک کتاب کی اشاعت پر اگر پچاس ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں تو طباعت واشاعت کے لیے متعدد لوگوں سے رابطہ کیا جاتا ہے۔ ہر کوئی اس میں حسب مرضی حصہ لیتا ہے۔ اگر ایک ہی آدمی طباعت کا مکمل صرفہ ادا کر دے، اس کے بعد بھی دوسروں سے مطالبہ کا واقعہ درپیش ہو تو یہ ضرور قابل گرفت بات ہوگی۔ الحاصل بدگمانیوں سے پرہیز کیا جائے۔

یہ بھی خیال رہے کہ کسی کتاب کی طباعت پر صرف وہی رقم قابل شمار نہیں ہوسکتی جو پریس والے کو دی جاتی ہے، بلکہ کتاب کی کمپوزنگ، ایڈیٹنگ وغیرہ پر بھی رقم خرچ ہوتی ہے۔ اسی طرح طباعت کے بعد مختلف مقامات پر کتاب بھیجنے کے واسطے ڈاک خرچ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ الحاصل ارباب قلم کی حوصلہ شکنی سے پرہیز کیا جائے، کیوں کہ ہمارے یہاں تحریر وقلم کا شعبہ انتہائی کس مپرسی اور بے اعتنائی کا شکار ہے۔ محررین کو ہمت وحوصلہ دیا جائے، تاکہ تلافی مافات ہو سکے۔

مؤلفین ومصنّفین نے ہی اسلامی تعلیمات کو نسل مابعد تک پہنچایا ہے۔ انسانی ذہن ودماغ قوی بھی ہو تو بھی اس میں خلل کے وقوع سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآنی آیات کے نزول کے بعد اس کی کتابت کا اہتمام فرماتے۔ عہد صحابہ کرام میں گرچہ ممانعت کے سبب احادیث طیبہ تحریر میں نہ آسکیں، لیکن عہد تابعین میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے احادیث مبارکہ کی تدوین وکتابت کا اہتمام شروع ہوا، پھر احادیث مقدسہ کے عظیم مجموعات جمع کیے گئے۔

> **امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تدوین فرمائی اور فقہی مسائل کو دفتروں اور رجسٹروں میں لکھوایا۔ رفتہ رفتہ حدیث وفقہ کے ساتھ دیگر علوم وفنون میں بھی تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا، جو آج تک جاری ہے۔ آج بھی محررین وقلمکاران خدمت دین ہی کے نیک جذبہ سے سرشار ہو کر دینی علوم وفنون اور مذہبی مسائل پر تحقیق وتدقیق اور تصنیف وتالیف کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ان کا مقصد اصلی رضائے الٰہی کا حصول ہی ہوتا ہے۔**

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ کی تدوین فرمائی اور فقہی مسائل کو دفتروں اور رجسٹروں میں لکھوایا۔ رفتہ رفتہ حدیث وفقہ کے ساتھ دیگر علوم وفنون میں بھی تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا، جو آج تک جاری ہے۔ آج بھی محررین وقلمکاران خدمت دین ہی کے نیک جذبہ سے سرشار ہو کر دینی علوم وفنون اور مذہبی مسائل پر تحقیق وتدقیق اور تصنیف وتالیف کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ان کا مقصد اصلی رضائے الٰہی کا حصول ہی ہوتا ہے۔ ہاں، یہ بات بھی سچ ہے کہ بعض لوگ محض نام آوری اور شہرت وجاہ پانے کے واسطے قرطاس وقلم سے مراسم استوار کرتے ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود ہم کسی پر اسی وقت انگشت نمائی کر سکتے ہیں، جب ہمیں کم از کم ظن غالب حاصل ہو جائے کہ ان کا مقصد رضائے الٰہی کے علاوہ کچھ اور ہے۔

خدمت قومی اور خدمت دینی کے جذبہ سے سرشار قلمکاروں کی پذیرائی ہونی چاہئے۔ ان کی قابل قدر تصانیف وتالیفات پر انہیں انعام واکرام سے نوازنا چاہئے۔ عہد حاضر میں بعض صاحبان تحریر کو مختلف ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا، ساتھ ہی بہت سے ایسے محررین ہیں جو انعام یافتگان سے بھی زیادہ عمدہ تحریری کارنامے کر دکھائے، لیکن وہ اعزاز واکرام سے سرفراز نہ کیے گئے۔ تاہم وہ دل برداشتہ نہ ہوئے اور اپنی راہ پر مسلسل رواں دواں ہیں۔ کیا بہتر ہوتا کہ ان فراموش کردہ اصحاب قلم کی بھی پذیرائی اور حوصلہ افزائی کا سامان مہیا کیا جاتا۔ ملک بھر کے قلم کاروں کی فہرست مرتب کی جاتی۔ ان میں جو انعام واعزاز کے اہل ہوتے، انہیں ان کی عمدہ خدمات پر حوصلہ افزائی کی جاتی۔ اس طرح نسل مابعد کو ترغیب ملتی اور اصحاب قلم کو مزید دینی وقومی خدمات کا شوق جاگتا۔ ہمارے یہاں ہر طبقہ کے لیے معاش کے ذرائع موجود ہیں، مثلاً مدرسین کے لیے درس گاہیں موجود۔ خطبا وشعرا کے لیے اسٹیج فراہم، لیکن قلم کاروں کے لیے کوئی مستقل روزگار نہیں۔ اس بے توجہی کے سبب کام اس قدر نہیں ہو پاتا، جتنا ہونا چاہئے تھا۔

ہم آج شکایت کرتے ہیں کہ سنی علما نے کتابوں پر حواشی اور شروح نہ لکھے۔ اسلامی تاریخ پر اردو زبان میں کوئی کتاب نہیں۔ فلاں موضوع پر کام نہ ہوسکا۔ اگر ماہر قلم کاروں کو فارغ البال کر دیا جاتا اور ان سے ان علوم وفنون کی تحریری خدمات حاصل کی جاتیں، جن فنون میں وہ بطرز احسن تصنیف وتالیف کی اہلیت وقابلیت رکھتے ہیں تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ اصحاب قلم کو اپنی معیشت کی فکر خود کرنی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں کام کتنا ہوگا، یہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

ملک ہند میں اہل سنت وجماعت کے یہاں قلم کاروں کا نہ کوئی اسٹیج ہے، نہ کوئی ان کی کفالت کرنے والا۔ جس طرح قومی رقم مختلف امور میں خرچ کی جاتی ہے، اسی طرح اس مد میں بھی خرچ کی جائے۔ اہل قلم بھی دینی ومذہبی خدمات ہی انجام دیتے ہیں۔ تاہم اس بے سروسامانی کے عالم میں بھی جو مخلصین میدان قرطاس وقلم میں جمے ہوئے ہیں، وہ یقیناً قابل مبارکباد ہیں۔

دینی ومذہبی کتابوں سے جتنے لوگ مستفید ہوتے ہیں، اس کا اجر وثواب مو؟لفین کو عطا کیا جاتا ہے۔ یہ بھی صدقہ جاریہ کی ایک قسم ہے۔ جب تک وہ تصانیف موجود ہوتی ہیں، ان کے مو؟لفین کا تذکرہ اور ان کی یاد زندہ رہتی ہے۔ گرچہ وہ دنیا میں موجود نہ ہوں، لیکن ان کی تحریری خدمات انہیں زندۂ جاوید بنا دیتی ہیں۔

تحریری کاموں کے لیے اصحاب قلم کا فارغ البال اور معاشی طور پر مطمئن ہونا ضروری ہے۔ ہر ایک قلم کار ارباب ثروت سے منسلک نہیں ہوتے، اس لیے ان کی تصانیف وتالیفات کی طباعت واشاعت بھی نہیں ہو پاتی۔ قابل قدر کتابوں کی تفتیش کے بعد اس کی اشاعت کا بھی نظم ہونا چاہئے۔ الحاصل ملک ہند میں اہل سنت وجماعت کے ذمہ دار افراد کو اس جانب توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے۔ تصنیف وتالیف کا ایک مستقل شعبہ قائم ہونا چاہئے، اور ماہر قلم کاروں کی جماعت سے ضروری موضوعات پر تصنیف وتالیف کی خدمات حاصل کی جائیں۔

اگر اسی طرح ارباب قلم کی کفالت کی جائے تو بہت سے تحریری کارنامے سرانجام پا سکتے ہیں۔ اکثر قلم کار اپنی معاش کے لیے کسی تعلیمی ادارہ سے منسلک ہوتے ہیں اور مدارس میں اتنی ذمہ داریاں ہوتی ہیں کہ انہیں تحریری خدمات سرانجام دینے کی مہلت کم ہی ملتی ہے۔ درسی اوقات کے علاوہ بھی مدرسین کو طلبہ کی نگرانی، زیر درس کتابوں کا مطالعہ اور دیگر احکام کی بجا آوری کرنی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ان سے بہت زیادہ قلمی خدمات کی امید وابستہ کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ مدرسین ہی میں بعض مخلصین کسی طرح محنت ومشقت برداشت کر کے کچھ تحریری خدمات انجام دیتے ہیں۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ اصحاب لوح وقلم کی کفالت کی جاتی اور وہ مکمل انہماک کے ساتھ تحریری خدمات سرانجام دیتے۔

ملک ہند میں اہل سنت وجماعت کے درجنوں میگزین اور رسالے جاری ہوتے ہیں۔ بعض ماہانہ ہیں، بعض دوماہی اور بعض سہ ماہی۔ ملک بھر میں کوئی میگزین ایسا نظر نہیں آتا، جو ممبر شپ کی رقم سے اپنا خرچ نکال سکے۔ ہر ایک میگزین کو اپنا صرفہ مکمل کرنے کے واسطے دوسرے وسائل کو بروئے کار لانا ہوتا ہے۔ یہ قارئین کی بے توجہی کی ایک بڑی مثال ہے۔

ہمارے اکثر میگزین اردو زبان میں ہوتے ہیں۔ ان رسالوں کے ذریعہ اردو زبان وادب کو بھی فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اگر علم دوست حضرات اور قارئین ان رسالوں کا تعاون کرتے، ممبر شپ حاصل کرتے تو ذمہ داروں کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی اور یہ رسالے بھی طویل مدت تک جاری رہتے۔ اگر ماضی قریب کے دو تین عشروں کو دیکھا جائے تو اس مدت میں بہت سے رسالے جاری ہوئے، پھر چند سال یا چند ماہ بعد ہی وہ دم توڑ گئے۔ بعض ماہناموں نے دوماہی یا سہ ماہی کی شکل اختیار کر لی۔ سہ ماہی کو ششماہی یا سالنامہ بنا دیا گیا۔

اردو زبان کا دائرہ ملک ہند میں بہت وسیع ہے۔ اردو بولنے اور پڑھنے والوں کی تعداد کئی کروڑ ہے، پھر بھی ہمارے اسلامی ماہنامے، دوماہی اور سہ ماہی وغیرہ صرف تین، چار ہزار کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں، نیز ماہناموں اور رسالوں کی ایک بڑی تعداد قارئین کو بلا معاوضہ دینا ہوتا ہے، کیوں کہ لوگ سو، دو سو روپے کی ممبر شپ بھی حاصل نہیں کرتے۔ یہ وقت کا بڑا المیہ ہے۔

الحاصل ہمیں دس نکاتی پروگرام کے ہر حصے پر غور وفکر کرنا چاہئے، اور فروغ اہل سنت کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ اب ملک ہند میں قوم مسلم کے حالات ایسے بدتر ہو چکے ہیں کہ اب اسلام وشریعت کے تحفظ کے ساتھ مسلمانوں کی حفاظت اور ان کے حقوق کی حصولیابی کے لیے بھی ہمیں قانونی لڑائی لڑنی ہوگی۔ ملک کو آزاد ہوئے ستر سال ہو چکے، لیکن قوم مسلم کی حالت رفتہ رفتہ خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے۔ مختلف قسم کی تنظیم وتحریک اور کمیٹی تشکیل دی جائے، اور ایک تنظیم وتحریک کو اسی قدر ذمہ داری دی جائے کہ جس کو وہ بحسن وخوبی انجام دے سکے۔ □□

> **تحریری کاموں کے لیے اصحاب قلم کا فارغ البال اور معاشی طور پر مطمئن ہونا ضروری ہے۔ ہر ایک قلم کار ارباب ثروت سے منسلک نہیں ہوتے، اس لیے ان کی تصانیف وتالیفات کی طباعت واشاعت بھی نہیں ہو پاتی۔ قابل قدر کتابوں کی تفتیش کے بعد اس کی اشاعت کا بھی نظم ہونا چاہئے۔ الحاصل ملک ہند میں اہل سنت وجماعت کے ذمہ دار افراد کو اس جانب توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے۔ تصنیف وتالیف کا ایک مستقل شعبہ قائم ہونا چاہئے۔**

# حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات

## ایک زبردست اصلاحی کارنامہ

تحریر: **عارف عزیز**، بھوپال

اسلام اور اُس کی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی دینِ متین یا اُمتِ مسلمہ آزمائش و ابتلا سے دوچار ہوئے تو علماءِ حق نے جان کی بازی لگا کر اس کا مقابلہ کیا اور حق و صداقت کے پرچم کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ حالانکہ اُنہیں شدید آزمائش سے گزر کر قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں، لیکن طبقہ علماء نے کسی صورت شعائرِ اسلام پر آنچ نہیں آنے دی، فتنۂ خلقِ قرآن ہو یا تاتاریوں کا سیل بے پناہ امامِ ربانی احمد بن حنبل اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ جیسے مجتہد العصر اس کے خلاف سینۂ سپر ہوکر اُمت کو سُرخرو کر گئے۔ اسی طرح ہندوستان میں عہدِ اکبری، 'دینِ الٰہی' کے فتنہ کا شکار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے امام ربّانی شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو پیدا فرمایا اور انہوں نے جاہل بادشاہ کی گمراہی کے خلاف زبانی و قلمی جہاد برپا کیا۔ اسی لئے حضرت شیخ سرہندیؒ کا مقام و مرتبہ مسلمانانِ ہند کی مذہبی و ثقافتی تاریخ میں نہایت اہمیت کا حامل ہے، خاص طور پر سولہویں صدی عیسوی کے ہندوستان کی نہایت اہم ہستیوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، حضرت کا شجرہ نسب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ کی عمر کا ابتدائی حصہ جلال الدین اکبر کے عہدِ سلطانی میں گزرا جو اسلامی اقدار کے لحاظ سے نہایت ہی نازک عہد تھا، ہندوستانی مسلمانوں کی زبوں حالی اس انتہا کو پہنچ گئی تھی کہ اُن کے ایمان اور اعمال سب ملحدانہ عقائد کے زیر اثر آ گئے تھے، علماءِ حق کے اثر و رسوخ کو ختم کرنے کے لئے ملا مبارک ناگوری اور اُن کے دونوں بیٹے ابوالفضل اور فیضی نے شہنشاہ اکبر کی ذہن سازی کر کے اُسے باور کرا دیا تھا کہ ہر ہزار سال میں ایک نئے دین کی دنیا کو ضرورت پیش آتی ہے لہٰذا اکبر نے 'دین الٰہی' کے نام سے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دی جس کے تحت درباری علماء نے مذہبی فیصلوں کا اختیار بھی اکبر کو دے دیا اور دیگر ہندوستانی مذاہب ہندو، جینی، بودھ وغیرہ کے نمائندوں نے تو بادشاہ کو 'جگت گرو' کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔

اکبر کے اس دین الٰہی کو استحکام ملا تو اُس کے حواریوں نے پہلا کام یہ کیا کہ علماءِ حق کو نشانہ بنانا شروع کر دیا، اُس وقت مجاہد علماء کی دو قسمیں تھیں، اول وہ جو علانیہ اکبر کے عقائد کے خلاف آواز بلند کر رہے تھے، دوم وہ جو تلوار کے بجائے فکری انقلاب لانا چاہتے تھے، لہٰذا اکبر کے مذہبی افکار کی مخالفت کرنے والے بیشتر علماء کو ملک بدر یا تہہ تیغ کر دیا گیا، اس نازک صورتِ حال میں جب اکبر کی بد دینی کے خلاف کلمہ حق کہنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا، حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ نہ تو گوشہ نشیں ہوئے، نہ حالات سے چشم پوشی اختیار کی بلکہ ایک ایسے جہاد کا آغاز کیا جو بغیر قتل و غارتگری کے روحانی و مذہبی انقلاب کا پیش خیمہ بنا۔ انہوں نے تنِ تنہا جتنی ہمہ گیر جد و جہد کی، اُس کا عکس اُن مکاتیب میں ملتا ہے جو حضرت نے مقربانِ سلطانی کو وقتاً فوقتاً سپرد قلم فرمائے، ان مکاتیب میں صرف بادشاہ تک کلمہ حق پہنچانے اور اُس کو راہِ راست پر لانے کی طرف ترغیب نہیں دلائی گئی بلکہ نہایت دلنشیں پیرایہ میں اُن مسائل کی وضاحت بھی کی گئی جو معاشرہ کے بگاڑ، بالخصوص کفر و الحاد پھیلنے کا باعث بن رہے تھے اور تعلیماتِ اسلام کی تائید و توضیح اس خوبی سے کی گئی کہ ہر صاحبِ فہم و فراست اس کی طرف مائل ہوگیا۔

حضرت نے اپنے مکتوبات کے ذریعہ امراء اور اعیانِ سلطنت کو دشمنانِ اسلام کے طور و طریقوں سے آگاہ کیا، روز افزوں فکری انحراف اور دینی اضمحلال کے نتائج پر روشنی ڈالی، نیز جہاں موقع ملا، وہاں براہِ راست گفتگو اور خطاب کے وسیلہ کو بھی اپنایا۔ اس سے دو فائدے ہوئے ایک تو مذکورہ مکتوبات کے ذریعہ امراء تک آپ کے اصلاحی نظریات کی رسائی ہوئی، دوسرے اقتدار پر فائز لوگوں سے براہِ راست تصادم کی نوبت نہیں آئی، حضرت کو یہ بھی اندازہ تھا کہ اقتدار پر قابض افراد یا گروہوں کی جگہ لینے والے دوسرے اہل لوگوں کا معاشرہ میں فقدان ہے لہٰذا جو موجود ہیں اُن کی اصلاح کو ترجیح دینا چاہئے۔ اس طرزِ تخاطب کا اثر اُن لوگوں نے قبول کیا جن کے دل میں ذرۂ خیر موجود تھا، وہ داعی کے اخلاص اور بے لوثی سے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے جو اثرات آج تک ہندوستان میں نظر آتے ہیں، اُن میں اہم کردار اُن مکتوبات کا ہے، جن کے ذریعہ حضرت نے دلوں میں ایمانی حرارت پیدا کر دی اور عیش و عشرت سے باثر طبقہ کو بیدار کیا، یہ مکتوب اُس وقت کی رائج سرکاری زبان فارسی میں ہیں، جن سے معاشرہ میں عام طور پر اور مسلمانوں میں خاص طور پر نشاۃِ ثانیہ کا عمل شروع ہوا، مذکورہ مکتوبات کا اُردو میں ترجمہ ہو چکا ہے، جن میں سماجی ہر بگاڑ اور زندگی کے ہر پہلو پر بے لاگ گفتگو ملتی ہے، حضرت نے دعوت کا جو دلنشیں طریقہ اپنایا ہے، وہ براہِ راست دلوں پر دستک دیتا ہے، ان میں سے بعض خطوط میں اصلاح کے لئے طنز کا پیرایہ بھی اختیار کیا گیا ہے، ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں: ''ایک عزیز نے شیطان کو دیکھا کہ وہ مطمئن بیٹھا ہے، اُس نے حیرت سے شیطان سے سوال کیا کہ تمہارے اطمینان کی وجہ کیا ہے؟ شیطان کا جواب تھا اس وقت علماءِ سوء میری مدد کر رہے اور اُنہوں نے مجھے اپنے اصل کام انسانوں کو گمراہ کرنے کے عمل سے بے فکر کر دیا ہے۔''

مکتوبِ مجدّدی میں ہمت و حوصلہ سے بدترین حالات کا مقابلہ کرنے کی جہاں تلقین ملتی ہے، وہیں خُود اعتمادی اور ناگفتہ بہ صورتِ حال کو بدلنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے، خانِ اعظم کے نام ایک خط میں وہ لکھتے ہیں: ''آج وہ زمانہ ہے

**اکبر کے اس دین الٰہی کو استحکام ملا تو اُس کے حواریوں نے پہلا کام یہ کیا کہ علماء حق کو نشانہ بنانا شروع کر دیا، اکبر کے مذہبی افکار کی مخالفت کرنے والے بیشتر علماء کو ملک بدر یا تہہ تیغ کر دیا گیا، اس نازک صورتِ حال میں جب اکبر کی بد دینی کے خلاف کلمہ حق کہنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا، حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ نہ تو گوشہ نشیں ہوئے، نہ حالات سے چشم پوشی اختیار کی بلکہ ایک ایسے جہاد کا آغاز کیا جو بغیر قتل و غارتگری کے روحانی و مذہبی انقلاب کا پیش خیمہ بنا۔**

کہ تھوڑا سا عمل بہت بڑے ثواب کا باعث ہوسکتا ہے، اصحابِ کہف ہجرت کے علاوہ کوئی اور عمل ظاہر نہیں کر سکے۔ لیکن اُن کو اللہ تعالیٰ نے بلند ترین مدارج عطا فرمائے۔ دشمن کے غلبہ کے بعد اگر فوج کے سپاہی تھوڑی بھی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اُن کا درجہ بہت بلند ہو جاتا ہے۔''

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا طریقۂ دعوت و اصلاح نہایت منفرد تھا، جس کے دوررس اثرات برصغیر کی سیاسی صورتِ حال پر مرتب ہوئے اور عامۃ المسلمین نے بھی اس کا گہرا اثر قبول کیا۔ بالخصوص جمہور علماء اور صوفیاء کی فکر و نظر میں اصلاح ہوئی۔ عہدِ اکبری کی بد دینی کے خلاف ایک ایسا ردّ عمل شروع ہوا جس نے بتدریج طاقتور تحریک بن کر عہدِ جہانگیری اور عہدِ شاہجہانی پر گہرے اثرات مرتب کئے اور اُس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اورنگ زیب عالم گیرؒ جیسے مصلح و متقی حاکم کو پیدا کیا، جنہوں نے بادشاہی میں درویشی اختیار کی اور ذاتی زندگی میں سادگی کو شعار بنایا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا زبردست کارنامہ خواص کے ذریعہ اکبری الحاد و بد دینی کے خلاف رائے عامہ تیار کرنا تھا، کیونکہ اسلام سے انحراف کی جس روش نے اکبر کے دینِ الٰہی کی شکل اختیار کی، وہ اگرچہ اُس کے انتقال پر ختم ہوگئی لیکن عوامی سطح پر اس کے دو مظاہرے باقی تھے۔ حضرت نے ان دونوں امور پر توجہ دی، انہوں نے کفر کی سیاسی شوریدہ سری کا پردہ چاک کیا، اپنے مختلف مکتوبات میں اسلام کی زبوں اور اغیار کی دست درازی پر روشنی ڈالی، بادشاہ کے دربار میں رواج پانے والی بدعات وسیئات کو ہدف بنایا، جہانگیر کے بلانے پر دربار میں حاضر ہوئے لیکن خیر خواہوں کے کہنے کے باوجود بادشاہ کو سجدہ نہ کیا، جس کے نتیجہ میں حضرت کا قید ہو جانا اور بعد میں رہا ہونا سیاسی لحاظ سے نہایت اہمیت کا حامل اور عظمت اسلام کا باعث بنا بلکہ یہ کہا جائے تو عین حقیقت ہوگی کہ اکبری الحاد کو اُس وقت جو سیاسی پشت پناہی حاصل تھی اُس پر پہلی ضرب کاری لگی، آپ کا عوام میں بیداری کی لہر پیدا کرنے کے لئے ایک اہم اقدام ملک کے مختلف حصوں میں تبلیغی وفود کی روانگی بھی تھا، جس کے ذریعہ اسلام کی صحیح تعلیمات لوگوں تک پہنچیں، اتباعِ سنت کی اہمیت سے عام لوگ آگاہ ہوئے، نیز شرک و بدعات کے خلاف عام جذبہ پیدا ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اصلاحی و تبلیغی مکتوبات جو آپ نے اپنے عہد کے علماء، مشائخ، امراء اور حکام کو لکھے وہ تین جلدوں پر مشتمل ہیں، ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بادشاہِ وقت تک اپنی رُشد و ہدایت پہنچانے کے لئے ان خطوط کا استعمال کیا، وہ مکتوب جو درباری امراء، افسران، اور فوج کے ذمہ داروں کے نام تحریر کئے گئے اُن میں اصلاحِ نفس، پابندیٔ شریعت، صحیح عقائد، روحانی مقاصد وغیرہ کے تعلق سے گرانقدر ارشادات و تعلیمات ملتی ہیں، اس طرح حضرت نے دربارِ جہانگیری کے جتنے بھی ممتاز عہدیدار سنّی المذہب حکام تھے سب کو اپنا حلقہ بگوش بنا لیا، اس میں قابلِ ذکر نام خانِ خاناں، خانِ جہاں، خانِ اعظم، خواجہ جہاں، قلیج خاں اور نواب سید فرید کے علاوہ تقریباً دو سو حضرات کے نام آپ کے ۵۲۶ مکتوب ہیں جو تقریباً بارہ سو صفحات پر محیط ہیں، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دولتِ اکبری و جہانگیری کے سنی العقیدہ ارکان حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تحریک اصلاح کے اعضاد و ارکین بن گئے تھے، یہ ایک مستحکم نظام تھا اور اس کا سرچشمہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کی ذات والاصفات تھی۔

سولہویں صدی کا وہ عہد جس میں حضرت پیدا ہوئے ایک لحاظ سے بادشاہوں کا زمانہ تھا، اُس وقت حضرت امام ربّانی کسی جمہوری سیاسی تحریک کے ذریعہ اصلاح و تبلیغ کا کام انجام نہیں دے سکتے تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے زمانے کے موجودہ اداروں کے ذریعہ بیعت و ارشاد، تعلیم و تربیت اور اصلاح و تجدید کا منفرد کارنامہ انجام دیا، اگر یہ دعویٰ کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ برصغیر کو ایک غیر مسلم ملک بن جانے سے منشائے الٰہی کے مطابق آپ نے حفاظت فرمائی، حضرت کے بارے میں علامہ اقبال نے کیا ہی سچ کہا ہے:

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار □□

**حضرت مجدد الف ثانیؒ کا زبردست کارنامہ خواص کے ذریعہ اکبری الحاد و بددینی کے خلاف رائے عامہ تیار کرنا تھا، کیونکہ اسلام سے انحراف کی جس روش نے اکبر کے دین الٰہی کی شکل اختیار کی، وہ اگرچہ اُس کے انتقال پر ختم ہوگئی لیکن عوامی سطح پر اس کے دو مظاہرے باقی تھے۔ حضرت نے ان دونوں امور پر توجہ دی، انہوں نے کفر کی سیاسی شوریدہ سری کا پردہ چاک کیا، اپنے مختلف مکتوبات میں اسلام کی زبوں اور اغیار کی دست درازی پر روشنی ڈالی۔**

---

# عالمی خبریں

## پنٹاگن کے باہر حملے میں پولیس افسر ہلاک، متعدد زخمی

امریکی محکمہ دفاع کا کہنا ہے کہ پنٹاگن کے ماس ٹرانزٹ ٹرمینل پر فائرنگ سے ایک پولیس اہلکار ہلاک اور کئی افراد زخمی ہو گئے ہیں۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق ۳راگست کو اس واقعے نے امریکی فوج کے ہیڈ کوارٹر کو بند کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ واشنگٹن کے قریب واقع آرلنگٹن میں پنٹاگن کی عمارت کے قریب ایک بس اور سب وے سٹیشن میں گولیاں چلنے کے بعد عمارت میں کام کرنے والے افراد کو ایک گھنٹے سے زائد وقت کے لیے ایک جگہ پر پناہ لینے کا حکم دیا گیا۔ حکام کا کہنا تھا کہ واقعہ کے ۹۰ منٹ بعد جائے وقوعہ کو محفوظ کر لیا گیا تاہم انہوں نے اس کی تفصیلات دینے سے انکار کر دیا۔ خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق انہوں نے حملے کے مقصد کے بارے میں کوئی قیاس آرائی نہیں کی نہ یہ بتایا کہ آیا حملہ آور پولیس کی حراست میں ہے تاہم انہوں نے یہ کہا کہ حکام حملہ آور کی تلاش نہیں کر رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ فیڈرل بیورو آف انویسٹی گیشن معاملے پر تحقیقات میں مدد کر رہا ہے۔

## کورونا کے سبب انڈیا میں خواتین لیبر فورس کی شرح میں کمی

کورونا وائرس کی وبا کی وجہ سے انڈیا میں جولائی سے ستمبر ۲۰۲۰ء کی سہ ماہی کے دوران خواتین مزدوروں کی شرح کم ہو کر ۱ء۱۶ فیصد رہ گئی ہے۔ یہ دنیا کی بڑی معیشتوں میں سب سے کم شرح ہے۔ خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق انڈین حکومت کی جانب سے جاری ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے اپریل سے جون ۲۰۲۰ء کی سہ ماہی کے دوران جب انڈیا نے کورونا وائرس کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے سخت لاک ڈاؤن نافذ کیا تو خواتین مزدوروں کی شرح کم ہو کر ۵ء۱۵ فیصد رہ گئی تھی۔ عالمی بینک کے اعداد و شمار کے مطابق کہ انڈین خواتین کی لیبر فورس میں شمولیت کی شرح دنیا میں سب سے کم ہے۔ عالمی بینک نے کہا ہے کہ ۲۰۱۹ء میں انڈیا کے لیبر مارکیٹ میں خواتین مزدوروں کی شرح ۳ء۲۰ فیصد کم ہوئی تھی جبکہ یہ شرح ۲۰۰۵ء میں ۲۶ فیصد تھی۔ ہمسایہ ممالک بنگلہ دیش میں یہ شرح ۵ء۳۰ فیصد جبکہ سری لنکا میں یہ شرح ۷ء۳۳ فیصد تھی۔ انڈیا میں زیادہ تر مزدوری کرنے والی خواتین کم ہنر مند ہیں۔ یہ خواتین کھیتوں، فیکٹریوں میں مزدوری اور گھروں میں کام کرتی ہیں۔ یہ وہ شعبے ہیں جو کورونا وائرس کی وبا کی وجہ سے زیادہ متاثر ہوئے۔

## بل اور میلنڈا گیٹس کی طلاق، عدالت کا جائیداد کی منصفانہ تقسیم کا حکم

دنیا کے امیر ترین لوگوں میں سے ایک بل گیٹس اور ان کی اہلیہ میلنڈا نے تین مہینے پہلے طلاق کا اعلان کیا تھا اور اب ان کی ۲۷ سالہ شادی شدہ زندگی کا حتمی طور پر اختتام ہو گیا ہے۔ بلوم برگ کے مطابق عدالتی ریکارڈز میں بتایا گیا ہے کہ بل گیٹس اور میلنڈا میں سے کوئی بھی اپنے نام نہیں بدلے گا نہ ہی ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو مالی معاونت دینے کا قائل ہوگا۔ امریکہ کی ریاست واشنگٹن کی کنگ کاؤنٹی میں طلاق کا فیصلہ سنانے والے جج نے کہا ہے کہ بل اور میلنڈا علیحدگی کے کانٹریکٹ میں لکھی گئی شرائط کے مطابق اپنی جائیداد تقسیم کریں گے۔ بل گیٹس اور میلنڈا افرینچ کی طلاق کا انکشاف مئی میں ہوا تھا اور تب سے بل گیٹس کی کمپنی کیسکیڈ انویسٹمنٹ کے تین ارب ڈالر سے زائد کے حصص ان کی میلنڈا کے نام ٹرانسفر کر دیے گئے ہیں۔

# ماہِ محرم الحرام اور یومِ عاشورہ

تحریر: مولانا ابوجندل قاسمی

یوم عاشوراء زمانۂ جاہلیت میں قریشِ مکہ کے نزدیک بڑا محترم دن تھا، اسی دن خانۂ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا اور قریش اس دن روزہ رکھتے تھے، قیاس یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کچھ روایات اس کے بارے میں ان تک پہنچی ہوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ قریش ملتِ ابراہیمی کی نسبت سے جو اچھے کام کرتے تھے، ان کاموں میں آپ ان سے اتفاق واشتراک فرماتے تھے، اسی بنا پر حج میں بھی شرکت فرماتے تھے، اپنے اس اصول کی بنا پر آپ قریش کے ساتھ عاشورہ کا روزہ بھی رکھتے تھے؛ لیکن دوسروں کو اس کا حکم نہیں دیتے تھے، پھر جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور یہاں یہود کو بھی آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا اور ان کی یہ روایت پہنچی کہ یہ وہ مبارک تاریخی دن ہے، جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نجات عطا فرمائی تھی اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے روزے کا زیادہ اہتمام فرمایا اور مسلمانوں کو بھی عمومی حکم دیا کہ وہ بھی اس دن روزہ رکھا کریں (بخاری ۱/۴۸۱) بعض حدیثوں میں ہے کہ آپ نے اس کا ایسا تاکیدی حکم دیا جیسا حکم فرائض اور واجبات کے لیے دیا جاتا ہے؛ چنانچہ بخاری ومسلم میں سلمہ بن الاکوع اور ربیع بنت معوذ بن عفراء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کی صبح مدینہ منورہ کے آس پاس کی ان بستیوں میں جن میں انصار رہتے تھے، یہ اطلاع بھجوائی کہ جن لوگوں نے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ آج کے دن روزہ رکھیں، اور جنھوں نے کچھ کھا پی لیا ہو وہ بھی دن کے باقی حصے میں کچھ نہ کھائیں؛ بلکہ روزہ داروں کی طرح رہیں، بعد میں جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے روزہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور اس کی حیثیت ایک نفل روزہ کی رہ گئی (بخاری شریف: ۱/۲۶۸، مسلم شریف: ۱/۳۶۰) لیکن اس کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی رہا کہ آپ رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزوں میں سب سے زیادہ اسی روزہ کا اہتمام فرماتے تھے، جیسا کہ حدیث آگے آرہی ہے (معارف الحدیث ۴/۱۶۸)

## یومِ عاشورہ کی تاریخی اہمیت

یوم عاشورہ بڑا ہی مہتم بالشان اور عظمت کا حامل دن ہے، تاریخ کے عظیم واقعات اس سے جڑے ہوئے ہیں؛ چنانچہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ:

۱. یوم عاشورہ میں ہی آسمان وزمین، قلم اور حضرت آدم علیہما السلام کو پیدا کیا گیا۔
۲. اسی دن حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔
۳. اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔
۴. اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہولناک سیلاب سے محفوظ ہوکر کوہِ جودی پر لنگر انداز ہوئی۔
۵. اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ بنایا گیا اور ان پر آگ گل گلزار ہوئی۔
۶. اسی دن حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش ہوئی۔
۷. اسی دن حضرت یوسفؑ کو قید خانے سے رہائی نصیب ہوئی اور مصر کی حکومت ملی۔
۸. اسی دن حضرت یوسفؑ کی حضرت یعقوبؑ سے ایک طویل عرصے کے بعد ملاقات ہوئی۔
۹. اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم واستبداد سے نجات حاصل ہوئی۔
۱۰. اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی۔
۱۱. اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت واپس ملی۔
۱۲. اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو سخت بیماری سے شفا نصیب ہوئی۔
۱۳. اسی دن حضرت یونس علیہ السلام چالیس روز مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے بعد نکالے گئے۔
۱۴. اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے اوپر سے عذاب ٹلا۔
۱۵. اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔
۱۶. اور اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے شر سے نجات دلا کر آسمان پر اٹھایا گیا۔
۱۷. اسی دن دنیا میں پہلی بارانِ رحمت نازل ہوئی۔
۱۸. اسی دن قریش خانۂ کعبہ پر نیا غلاف ڈالتے تھے۔
۱۹. اسی دن حضور اکرمؐ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ سے نکاح فرمایا۔
۲۰. اسی دن کوفی فریب کاروں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جگر گوشہ ؟ فاطمہ رضی اللہ عنہما کو میدانِ کربلا میں شہید کیا۔
۲۱. اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

## یومِ عاشورہ کی فضیلت

مذکورہ بالا واقعات سے تو یوم عاشورہ کی خصوصی اہمیت کا پتہ چلتا ہی ہے، علاوہ ازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس دن کی متعدد فضیلتیں وارد ہیں؛ چنانچہ:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی فضیلت والے دن کے روزہ کا اہتمام بہت زیادہ کرتے نہیں دیکھا، سوائے اس دن یعنی یومِ عاشوراء کے اور سوائے اس ماہ یعنی ماہِ رمضان المبارک کے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے طرزِ عمل سے یہی سمجھا کہ نفل روزوں میں جس قدر اہتمام آپ یومِ عاشورہ کے روزہ کا کرتے تھے، اتنا کسی دوسرے نفلی روزہ کا نہیں کرتے تھے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزہ کے سلسلے میں کسی بھی دن کو کسی دن پر فضیلت حاصل نہیں مگر ماہِ رمضان المبارک کو اور یوم عاشورہ کو کہ ان کو دوسرے دنوں پر فضیلت حاصل ہے۔

> ماہ محرم اور یوم عاشوراء بہت ہی بابرکت اور مقدس مہینہ ہے؛ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس باعظمت مہینہ میں زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول ہوکر خدائے تعالیٰ کی خاص الخاص رحمت کا اپنے کو مستحق بنائیں؛ مگر ہم نے اس مبارک مہینہ کو خصوصاً یوم عاشوراء کو طرح طرح کی خود تراشیدہ رسومات وبدعات کا مجموعہ بنا کر اس کے تقدس کو اس طرح پامال کیا کہ الامان والحفیظ!

(۳) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ عاشوراء کے دن کا روزہ گذشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔

ان احادیث شریف سے ظاہر ہے کہ یوم عاشوراء بہت ہی عظمت وتقدس کا حامل ہے؛ لہٰذا ہمیں اس دن کی برکات سے بھرپور فیض اٹھانا چاہیے۔

## ماہِ محرم کی فضیلت اور اس کی وجوہات

یوم عاشوراء کے ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ میں محرم کے پورے ہی مہینے کو خصوصی عظمت حاصل ہے؛ چنانچہ چار وجوہ سے اس ماہ کو تقدس حاصل ہے:

(۱) پہلی وجہ تو یہ ہے کہ احادیث شریفہ میں اس ماہ کی فضیلت وارد ہوئی ہے؛ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ ماہ رمضان المبارک کے بعد کون سے مہینہ کے میں روزے رکھوں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہی سوال ایک دفعہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا تھا، اور میں آپ کے پاس بیٹھا تھا، تو آپ نے جواب دیا تھا کہ ماہ رمضان کے بعد اگر تم کو روزہ رکھنا ہے تو ماہِ محرم میں رکھو؛ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ (کی خاص رحمت) کا مہینہ ہے، اس میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور آئندہ بھی ایک قوم کی توبہ اس دن قبول فرمائے گا۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ماہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزہ ماہ محرم الحرام کا ہے۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص محرم کے ایک دن میں روزہ رکھے اور اس کو ہر دن کے روزہ کے بدلہ تیس دن روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔

(۲) مندرجہ بالا احادیث شریفہ سے دوسری وجہ یہ معلوم ہوئی کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کا مہینہ ہے تو اس ماہ کی اضافت اللہ کی طرف کرنے سے اس کی خصوصی عظمت وفضیلت ثابت ہوئی۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ مہینہ 'اشہر حرم' یعنی ان چار مہینوں میں سے ہے کہ جن کو دوسرے مہینوں پر ایک خاص مقام حاصل ہے، وہ چار مہینے یہ ہیں: (۱) ذی قعدہ (۲) ذی الحجہ (۳) محرم الحرام (۴) رجب (بخاری شریف: ۱/۲۳۴، مسلم: ۲/۶۰)

(۴) چوتھی وجہ یہ کہ اسلامی سال کی ابتداء اسی مہینے سے ہے؛ چنانچہ امام غزالی؟ لکھتے ہیں کہ ''ماہِ محرم میں روزوں کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس مہینے سے سال کا آغاز ہوتا ہے؛ اس لیے اسے نیکیوں سے معمور کرنا چاہیے، اور خداوند قدوس سے یہ توقع رکھنی چاہیے کہ وہ ان روزوں کی برکت پورے سال رکھے گا۔ (احیاء العلوم اردو ۱/۶۰۱)

## یوم عاشورا میں کرنے کے کام

احادیث طیبہ سے یومِ عاشوراء میں صرف دو چیزیں ثابت ہیں: (۱) روزہ: جیسا کہ اس سلسلے میں روایات گزر چکی ہیں؛ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار ومشرکین کی مشابہت اور یہود ونصاریٰ کی بود وباش اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، اس حکم کے تحت چونکہ تنہا یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا یہودیوں کے ساتھ اشتراک اور تشابہ تھا، دوسری طرف اس کو چھوڑ دینا اس کی برکات سے محرومی کا سبب تھا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ کے مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ یوم عاشوراء کے ساتھ ایک دن کا روزہ اور ملا لو، بہتر تو یہ ہے کہ نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ رکھو، اور اگر کسی وجہ سے نویں کا روزہ نہ رکھ سکو تو پھر دسویں کے ساتھ گیارہویں کا روزہ رکھ لو؛ تاکہ یہود کی مخالفت ہوجائے اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا تشابہ نہ رہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس دن کو یہود ونصاریٰ بڑے دن کی حیثیت سے مناتے ہیں (تو کیا اس میں کوئی ایسی تبدیلی ہوسکتی ہے جس کے بعد یہ اشتراک اور تشابہ والی بات ختم ہوجائے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اگلا سال آئے گا تو ہم نویں کو بھی روزہ رکھیں گے، ابن عباس؟ بیان فرماتے ہیں کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا مکروہ ہے؛ لیکن حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا ہے کہ عاشوراء کے روزہ کی تین شکلیں ہیں: (۱) نویں، دسویں اور گیارہویں تینوں کا روزہ رکھا جائے (۲) نویں اور دسویں اور گیارہویں کا روزہ رکھا جائے (۳) صرف دسویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔ ان میں پہلی شکل سب سے افضل ہے، اور دوسری شکل کا درجہ اس سے کم ہے، اور تیسری شکل کا درجہ سب سے کم ہے، تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ تیسری شکل کا درجہ جو سب سے کم ہے اسی کو فقہاء نے کراہت سے تعبیر کردیا ہے، ورنہ جس روزہ کو آپ نے رکھا ہو اور آئندہ نویں کا روزہ رکھنے کی صرف تمنا کی ہو اس کو کیسے مکروہ کہا جاسکتا ہے۔

(۲) اہل وعیال پر رزق میں فراخی: شریعتِ اسلامیہ نے اس دن کے لیے دوسری تعلیم دی ہے کہ اس دن اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت اور فراخی کرنا اچھا ہے کیونکہ اس عمل کی برکت سے تمام سال اللہ تعالیٰ فراخیِ رزق کے دروازے کھول دیتا ہے؛ چنانچہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے کے سلسلے میں فراخی اور وسعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ پورے سال اس کے رزق میں وسعت عطا فرمائیں گے۔

## بعض رسمیں اور بدعات

اوپر کی تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ماہ محرم اور یوم عاشوراء بہت ہی بابرکت اور مقدس مہینہ ہے؛ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس باعظمت مہینہ میں زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول ہوکر خدائے تعالیٰ کی خاص الخاص رحمت کا اپنے کو مستحق بنائیں؛ مگر ہم نے اس مبارک مہینہ کو خصوصاً یوم عاشوراء کو طرح طرح کی خود تراشیدہ رسومات وبدعات کا مجموعہ بنا کر اس کے

(باقی صـ۱۴ پر)

## بچوں کا گوشہ

## ماں سے ناراضی کے بعد (۳)

رات کسی طرح آنکھوں ہی آنکھوں میں اس نے کاٹ دی، صبح چڑیوں کی آواز نے صدا لگائی تو اس کے چہرے پہ تھوڑی سکون کی لہر پیدا ہوئی، دل میں راحت کی روشنی پھیل گئی، کچھ گھنٹوں بعد جب اس کے رشتے دار نیند سے بیدار ہوئے تو اس نے بلا تاخیر ان لوگوں سے کہا: پلیز! مجھے میرے گھر چھوڑ دیجیے پلیز .... شاہد کی اچانک اس بدلی ہوئی حالت سے وہ لوگ تھوڑے حیران ضرور ہوئے لیکن یہ سوچ کر ان کا کلیجہ ٹھنڈا ہوگیا کہ چلو دیر سے ہی سہی بچے کے دل میں اپنے گھر والوں کے تعلق محبت تو جاگی، سبھوں نے کہنا شروع کیا ٹھیک چھوڑ دوں گا لیکن پہلے ڈھنگ سے فریش تو ہولو، ناشتہ واشتہ کرلو پھر آرام سے چلیں گے لیکن شاہد نے نم آنکھوں سے کہا: نہیں نہیں .... انکل! مجھے اب پانی تک نہیں پینا ہے، بس مجھے کسی طرح میرے والدین تک پہونچا دیجیے ... شاہد کی بڑھتی ہوئی بے چینی دیکھ کر ان لوگوں نے زیادہ ضد کرنا مناسب نہیں سمجھا اور سیدھے اُسے لیکر اس کے گھر پہونچے، دروازے پہ دستک دی، اندر سے شاہد کی بڑی بہن نکل کر آئی، بھائی پہ نظر پڑتے ہی وہ بُری طرح لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی... چھوٹی بہنوں نے ایک ساتھ چلّانا شروع کیا شاہد بھائی جان آگئے شاہد بھائی جان آگئے، اندر سے اس کے ابو دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے بیٹے پہ ایک ہاری ہوئی نظر ڈالی، چہرے سے صاف طور پر بے بسی جھانک رہی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے ہفتوں سے وہ سوئے نہیں ہوں، اُس بھیڑ میں شاہد کی بیقرار نظریں ماں کو تلاش کر رہی تھیں۔ اس نے بہن سے سرگوشی میں پوچھا تو پتہ چلا اس کی ماں کئی روز سے بیمار ہے، بخار ایسے آتا اور جاتا ہے جیسے دورہ پڑ رہا ہوں، یہ سنتے ہی شاہد دوڑ کر ماں کے کمرے میں پہونچا تو دیکھا اس کی ماں بیہوشی کے عالم پڑی ہوئی ہے، آنکھیں کمزوری سے دھنس گئی ہیں، ماں کو دیکھ کر یوں لگا جیسے جرم کے احساس سے شاہد کا پورا جسم ٹھنڈا پڑ گیا ہو۔ ❑❑

## گوشۂ خواتین

## حقوقِ نسواں - رحمت عالمؐ کے کردار کی روشنی میں

حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعث کے وقت پورا عالم اور خاص کر جزیرۂ نما عرب گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا چہار طرف فسق وفجور، جہالت وگمراہی اور وحشت وبربریت کا دور دورہ تھا، تہذیب، اخلاق، امن، انصاف اور محبت واخوت کا دور دور تک نشاں نہ تھا حقوق انسانی بے دردی سے پامال کئے جارہے تھے، جہالت وگمراہی کا سب سے بڑا نشانہ عورت کی ذات بنی ہوئی تھی، اکثر لڑکیاں پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردی جاتیں، عورتوں کو پیر کی خاک سے بدتر سمجھا جاتا، ایک ایک مرد اپنے پاس لاتعداد عورتیں جمع کر لیتا تھا اور موت کے بعد یہ تمام عورتیں مال وجائیداد کی طرح ترکہ کے طور پر اس کی اولاد میں تقسیم ہوجاتی تھیں، عورت کا نہ تو ماں باپ کی وراثت میں حق تھا، نہ ہی شوہر کے مال و اسباب میں اور اس وقت عالم عرب پر ہی کیا موقف پوری عالم انسانیت اسی بے راہ روی اور گمراہی کا شکار بنی سسک رہی تھی، پوری دنیا میں بیٹیوں کا پیدا ہونا نحوست وادبار کی علامت شمار کیا جاتا تھا۔ مغرب میں تو عورت کے قتل کا جرم بھی قابل سزا نہ تھا، ایران میں دو قسم کی بیویاں پائی جاتی تھیں پہلی قسم کی بیویوں اور ان کی اولاد کا جائیداد وترکہ میں حصہ تھا مگر دوسری قسم اس سے محروم تھی، وہاں بیویاں بغیر کسی قباحت کے آپس میں تبدیل کرلی جاتی تھیں۔ ایرانی قانون نے غلام اور عورتوں کو ایک ہی سطح پر رکھ چھوڑا تھا، خود ہندوستان میں عورتوں کو جملہ برائیوں اور ناآسودگیوں کا مجموعہ تصور کیا جاتا تھا، عورتوں کے لئے یہ قانون نافذ تھا کہ اگر کوئی عورت صرف لڑکیاں پیدا کرے تو اس سے رشتہ ازدواج منقطع کرلیا جائے، یہاں اونچی ذات کے لوگ عام لوگوں سے کہیں زیادہ عورتیں رکھنے کے حقدار تھے، عورتوں کو ان کے خاوندوں کے مردہ جسموں کے ساتھ زندہ نذر آتش کردیا جاتا تھا۔ ''ستی'' کی اس رسم کو مذہبی روایت کا درجہ حاصل تھا۔ حقوق نسواں کے لحاظ سے اس بدتر اور تاریک دور میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہادی برحق اور رحمت عالمؐ بن کر دنیا میں تشریف لائے اور آپؐ نے عورت کو معاشرہ میں ایک اہم مقام عطا کر کے معاشرہ کا قابل احترام حصہ قرار دیا۔

صفحہ تحفظ ختم نبوت

# مرزا غلام احمد قادیانی کی مراقی نبوت کے خدوخال

۴

تحریر: مولانا عبدالحفیظ رحمانی

**بیٹا مراقی**: یہ مفید بیماری سب کے حق میں نہیں مرزا صاحب کے حق میں آگے بڑھی تو مرزا محمود احمد صاحب بھی مراقی ہوگئے۔ ملاحظہ فرمائیے ڈاکٹر شاہنواز صاحب کے مضمون کی یہ عبارت:

''جب خاندان میں اس کی ابتدا ہوگئی تو پھر اگلی نسل میں بیشک یہ مرض منتقل ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (میاں محمود احمد صاحب) نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے۔'' (مضمون ڈاکٹر شاہنواز صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ''ریویو'' قادیان۔ ص ۱۱/ بابت اگست ۱۹۲۶ء)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی، بیوی صاحبہ، میاں محمود احمد (صاحبزادے) اور ماموں صاحب مرزا جمعیت بیگ سب مراقی اور مالیخولیائی تھے۔ کوئی صحیح الدماغ نہیں تھا، تو

جنون کی متعدد قسمیں ہوتی ہیں اور ہر جنونی کی حرکتیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ کوئی جنون و وحشت میں کپڑے پھاڑتا ہے، لوگوں کو دوڑاتا ہے، کوئی بالکل ننگ دھڑنگ خاموش چلتا ہے یا بیٹھا رہتا ہے۔ غرضیکہ ہر جنونی کی حرکتیں جداگانہ ہوتی ہیں اور جنونیوں کے کرشمے الگ ہوتے ہیں، اطباء نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔

آیئے دیکھیں کہ اطباء اور ڈاکٹر اس طرح کے مریضوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور یہ اپنے جنون میں کیا حرکتیں کرتے ہیں۔ اس لیے کہ جنون کی متعدد قسمیں ہوتی ہیں اور ہر جنونی کی حرکتیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ کوئی جنون و وحشت میں کپڑے پھاڑتا ہے، لوگوں کو دوڑاتا ہے، کوئی بالکل ننگ دھڑنگ خاموش چلتا ہے یا بیٹھا رہتا ہے۔ غرضیکہ ہر جنونی کی حرکتیں جداگانہ ہوتی ہیں اور جنونیوں کے کرشمے الگ ہوتے ہیں، اطباء نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔ غور سے پڑھئے: ''مریض کے اکثر اوہام اس کام سے متعلق ہوتے ہیں جس میں مریض زمانۂ صحت میں مشغول رہا ہو، مثلاً مریض صاحب علم ہو تو پیغمبری اور معجزات و کرامات کا دعویٰ کر دیتا ہے۔ خدائی کی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تبلیغ کرتا ہے۔ (اکسیر اعظم جلد اول۔ ص ۱۸۸ حکیم محمد اعظم خاں صاحب)

**مراقیوں کی حرکتیں**: حکیم صاحب کی اس تحریر سے یہ عقدہ حل ہوگیا کہ جنونی لوگ الگ الگ حرکات کیوں کرتے ہیں؟ اگر کوئی مراقی جنونی کسی کو مارنے کے لیے دوڑاتا ہے تو زمانۂ صحت میں اس کو اپنے کسی دشمن سے ایسی پرخاش رہی ہوگی جس کو مارنے پیٹنے کی وہ تدبیریں سوچتا رہا ہوگا، اسی میں اس کا ذہنی توازن خراب ہوگیا تو اب وہ اپنے مراق و جنون میں ہر کسی پر وہ حملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح کسی ننگ دھڑنگ کو دیکھ یہ کہنے میں ذرا تامل نہیں ہونا چاہئے کہ وہ شہوت کا مارا ہوا ہے۔ اسی پر دیگر مراقیوں کو قیاس کر لیجئے۔

اسی ضمن میں اس مراقی کو دیکھ لیجئے جو زمانۂ صحت میں مذہبی کتابوں کے مطالعہ میں منہمک رہا ہو، لکھنا پڑھنا اس کا اوڑھنا بچھونا رہا ہو تو ایسا مریض ظاہر ہے کہ مراق و جنون میں پیغمبری کا دعویٰ ہی کرے گا۔ اپنے کشف و کرامات بیان کرنے میں اس کی زبان تر رہے گی۔ اپنے مراقی الہام کی بنیاد پر زور و شور سے اپنے الہام کی تبلیغ بھی کرے گا۔ دیگر اطباء نے بھی یہی بات بیان کی ہے جو حکیم محمد اعظم خاں صاحب نے اپنی کتاب میں لکھی ہے۔ دیکھئے یہ قدیم طبی متداول کتاب ہے ''شرح الاسباب والعلامات'' اس کے ایک باب امراض راس مالیخولیا میں لکھتے ہیں کہ:

''مالیخولیا خیالات و افکار کے طریق طبعی سے متغیر بخوف و فساد ہوجانے کو کہتے ہیں۔ بعض مریضوں میں گاہے گاہے یہ فساد اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیب داں سمجھتا ہے اور اکثر ہونے والے امور کی پہلے ہی خبر دیدیتا ہے۔ اور بعض میں یہ فساد یہاں تک ترقی کر جاتا ہے کہ اس کو اپنے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔''

علامہ نفیسی اور حکیم اعظم خاں صاحب کی فنی گفتگو ایک ہی ہے۔ بنیادی طور معمولی فرق بھی نہیں ہے ایک کے یہاں تفصیل ہے اور ایک کے یہاں اختصار۔ اسی مضمون کو قادیانی حلقہ کے ڈاکٹر شاہنواز صاحب قادیانی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ اس کو ہسٹریا مالیخولیا، مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعویٰ کی تردید کیلئے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔'' (مضمون ڈاکٹر شاہنواز صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجز قادیان۔ ص ۷-۶ بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء)

ان حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مراق مالیخولیا، ہسٹریا کے مریض کو وہی کیفیت پیش آتی ہے جو زمانۂ صحت میں رہی ہے۔ کتابوں میں غرق رہا ہے اور مذہبی کتابیں اوڑھنا بچھونا بنی رہی ہیں اور اسی انہماک میں وہ مراق اور مالیخولیائی ہوگیا ہے تو وہ الہام کا دعویٰ ضرور کرے گا۔ مراق تیز ہوگا تو وہ پیغمبری کا دعویٰ دار بنے گا۔ مراقی انسان ہونے کے باوجود فرشتہ ہونے کا مدعی بھی ہوسکتا ہے۔ اور یہ تو طے شدہ ہے کہ مراقی کا دماغی توازن صحیح نہیں رہتا وہ کچھ بھی کرسکتا ہے۔

### مرزا کے گھر کی شہادت

مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق ان کے گھر شہادتیں آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ مراقی تھے، انھوں نے خود بھی مراقی ہونے کو بیان کیا ہے اور اس کی بھی ناقابل انکار شہادت ہے کہ وہ کتابوں کے مطالعہ میں ہمہ وقت منہمک رہتے تھے۔ تفکرات الگ تھے۔ بیماری صرف ایک نہیں مجموعہ امراض تھے۔ سوء ہضم، ذیابیطس اور نامردی تو ایسی بیماریاں تھیں جن کا ذکر مرزا صاحب اور ان کے معلقین نے بار بار کیا ہے۔ کبھی کبھی غشی طاری ہوجاتی تھیں۔ سل و دق کی بیماری بھی دامن گیر رہی۔ مالیخولیائی دورے بھی پڑتے رہے۔ دوران سر سے تو اس بیماری میں نجات ہی نہیں ملتی۔

سوال یہ ہے کہ جب مراق مرزا صاحب کی تسلیم شدہ بیماری تھی، اس کے تمام ثبوت مہیا ہیں اور یہ بھی کہ ایسا شخص الہام و نبوت کا دعویٰ کرسکتا ہے اور مرزا صاحب نے مراق کی رفتار کے ساتھ ساتھ الگ دعوے کئے ہیں اور سب سے بڑا دعویٰ نبوت کی شکل میں سامنے آیا تو اس دعوی کو مراقی دعوی سمجھ کر رد کیوں نہیں کیا گیا؟ یہ اطباء تو کسی کے طرفدار نہیں ہیں، ان کے فن و تحقیق نے جو ثابت کیا وہ انھوں نے پیش کر دیا۔ ہم نے جن کتابوں کے حوالے پیش کئے ہیں وہ مرزا صاحب کے دعویٰ سے سینکڑوں سال پہلے لکھی جا چکی ہیں۔ دو ایک کتابیں ایسی بھی ہیں جوان کے زمانے کی ہیں لیکن ان میں ڈاکٹر شاہنواز صاحب تو قادیانی تھے، انھوں نے بھی وہی بات کہیں جو دیگر اطباء کہتے ہیں ظاہر ہے کہ ان اطباء نے طویل تجربہ کے بعد یہ مضمون بیان کیا ہے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ۔

**مراقی دورہ**: صرف یہی نہیں کہ مرزا صاحب نے اپنا مراق ہونا اپنی زبان سے بیان کیا بلکہ اس کے شواہد بھی ضرورت سے زیادہ ہیں۔ مراقی دورے بھی بار بار پڑے۔ ان کی تفصیلات قادیانی کتابوں میں موجود ہیں۔ ایک دورے کا حال صاحبزادہ بشیر احمد صاحب نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود (یعنی والد صاحب) کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹریا کا دورہ بشیر اول کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا۔ رات کو سوتے ہوئے آپ کو اتھو آیا اور پھر اس کے بعد طبیعت خراب ہوگئی مگر یہ دورہ خفیف تھا۔ پھر اس کے کچھ عرصہ بعد آپ ایک دفعہ نماز کے لیے باہر گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے کہ آج کچھ طبیعت خراب ہے والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے بعد شیخ حامد علی نے دروازہ کھٹکھٹایا کہ جلدی پانی کی ایک گاگر گرم کردو۔

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں سمجھ گئی کہ حضرت صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی ہوگی چنانچہ میں نے کسی ملازم عورت کو کہا کہ اس سے پوچھو میاں کی طبیعت کا کیا حال ہے؟ شیخ حامد علی نے کہا کہ کچھ خراب ہوگئی ہے۔ میں پردہ کرا کر مسجد میں چلی گئی تو آپ لیٹے ہوئے تھے میں جب پاس گئی تو فرمایا کہ میری طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی لیکن اب افاقہ ہے۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی ہے اور آسمان تک چلی گئی اور پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت ہوگئی۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں، اس کے بعد آپ کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہوگئے۔ خاکسار نے پوچھا دورہ میں کیا ہوتا تھا۔

والدہ صاحبہ نے کہا ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوجاتے تھے اور بدن کے پٹھے کھنچ جاتے تھے خصوصاً گردن کے پٹھے اور سر میں چکر ہوتا تھا اور اس حالت میں آپ اپنے بدن کو سہلا نہیں سکتے تھے۔ شروع شروع میں یہ دورے بہت سخت ہوتے تھے پھر اس کے بعد کچھ تو دوروں کی ایسی سختی نہیں رہی اور کچھ طبیعت عادی ہوگئی۔ خاکسار نے پوچھا کہ اس سے پہلے تو سر کی کوئی تکلیف نہیں تھی۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا پہلے معمولی سر درد کے دورے ہوا کرتے تھے، خاکسار نے پوچھا کیا پہلے حضرت صاحب خود نماز پڑھاتے تھے؟ والدہ صاحبہ نے کہا کہ ہاں مگر پھر دوروں کے بعد چھوڑ دی۔ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل۔ ص ۱۳/ روایت نمبر ۱۹ مصنف صاحبزدہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

گھر کے رازدار تو بیوی بچے ہی ہوتے ہیں، مرزا کی بیوی اور بیٹے نے ہسٹریا اور مراق کی جو تصدیق کی ہے۔ اس کو نہ ماننے اور جھٹلانے کی تو کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی تکذیب کی جرأت کر

سوال یہ ہے کہ جب مراق مرزا صاحب کی تسلیم شدہ بیماری تھی، اس کے تمام ثبوت مہیا ہیں اور یہ بھی کہ ایسا شخص الہام و نبوت کا دعویٰ کرسکتا ہے اور مرزا صاحب نے مراق کی رفتار کے ساتھ ساتھ الگ دعوے کئے ہیں اور سب سے بڑا دعویٰ نبوت کی شکل میں سامنے آیا تو اس دعوی کو مراقی دعوی سمجھ کر رد کیوں نہیں کیا گیا؟ یہ اطباء تو کسی کے طرفدار نہیں ہیں، ان کے فن و تحقیق نے جو ثابت کیا وہ انھوں نے پیش کر دیا۔

بھی لے تو دنیا اس کو بھی مراقیوں کی صف میں کھڑا کر دے گی اس لیے مرزا صاحب کا مراق ناقابل تردید ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر بیوی اور بیٹے مراقی نہ ہوتے تو مرزا کے مراق کو ظاہر نہ کرتے۔ لیکن قدرت کے کرشمے دیکھ قربان جایئے کہ مراقیوں کی قطار لگی ہے۔ پھر اس مراق کو ہوشمندوں اور صحت مندوں نے بھی دیکھا اور اس کی تصدیق میں ذرا بھی نہ ہچکچائے کہ سامنے ایک حقیقت تھی۔ خیر دوروں کا تو کوئی وقت متعین نہیں ہوتا، دورہ کسی وقت بھی پڑ سکتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہوتا رہا اور دورے پڑتے رہے لیکن یہ دورے عموماً مرزا صاحب کو رمضان کی مبارک ساعتوں میں پڑتے تھے اور مرزا کو رمضان کے روزوں سے فرصت مل جاتی تھی۔ (جاری)

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات و خدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بھترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے۔
صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت -/150
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب و تاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

# ملک کی عدالتوں میں تین کروڑ سے زائد معاملات زیرِ التوا - ایک رپورٹ

عالمی یومِ انصاف ہر سال ۱۷/جولائی کو پوری دنیا میں منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد انصاف کے مضبوط نام کی نشاندہی کرنا اور متاثرین کے حقوق کو فروغ دینا ہے۔ یہ دن لوگوں کو عالمی یومِ فوجداری، انصاف کی اہمیت سے آگاہ کرنے اور دنیا بھر میں ہونے والے سنگین جرائم پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے منایا جاتا ہے۔ ہندی فلم 'دامنی' میں سنی دیول کا مشہور ڈائیلاگ 'تاریخ پر تاریخ، تاریخ پر تاریخ' محض ایک فلم کی کہانی کو جوڑنے والا جملہ نہیں تھا بلکہ یہ ہماری عدالتوں کی حقیقت کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ جہاں ججوں کے پاس مقدمات کی سماعت کے لیے چند منٹ ہی ہیں، وہاں آپ کو انصاف منٹوں میں تو نہیں مل سکتا ہے۔ ملک کی عدلیہ پر سال درسال مقدمات کا بوجھ بڑھتا جارہا ہے۔ اوسطاً ہر جج کے پاس ہزار سے زیادہ مقدمات زیر التوا ہیں۔ ایسی صورتحال میں سماعت کو جلدی مکمل کرنے کی وجہ سے سماعت کا وقت منٹ تک ہی محدود رہ گیا ہے۔ زیر التوا مقدمات کے بوجھ تلے دب رہی عدالتوں میں سماعت کا وقت کم ہونے کے سبب انصاف کے بنیادی مقصد پر سوال اُٹھتا ہے۔ عالمی یومِ انصاف کے موقع پر ہم بھارت کے عدالتی نظام سے متعلق کچھ مخفی پہلوؤں کے بارے میں جانتے ہیں۔

ملک کا عدالتی نظام ویسے تو انتہائی شفاف ہے لیکن اتنی بڑی آبادی کی وجہ سے انصاف کے مندر میں مقدمات کی سماعت میں دیری ہی کہیں نہ کہیں لوگوں کے ساتھ ناانصافی کرتی ہے۔ اس حوالے سے سپریم کورٹ کے سینئر وکیل پرتاپ چندر کا کہنا ہے کہ اگر ہم قومی سطح پر عدالتوں کے ذریعہ کی جارہی نگرانی کرنے والے نیشنل جوڈیشیل ڈیٹا گریڈ (این جے ڈی جی) کے ذریعہ حال ہی میں جاری کردہ اعداد وشمار پر نظر ڈالیں تو ملک میں ہائی کورٹ، ضلعی کورٹ اور تحصیل کورٹ کے پاس کل تین کروڑ ۷۷ لاکھ سے زائد معاملات میں سے تقریباً ۳۷ لاکھ معاملات گزشتہ دس برسوں سے زیر التوا ہیں۔ کم وقت میں مقدمات کی سماعت کرنا عدالت عظمٰی اور ہائی کورٹس میں انصاف کے طور طریقوں کے بارے میں حال ہی میں کیے گئے مطالعے سے سامنے آئے، حیران کن اعداد وشمار نے پریشان کن تصویر پیش کی ہے۔ اعداد وشمار کے مطابق بھارت میں ۷۳ ہزار افراد کے لیے ایک جج ہوتا ہے، جبکہ امریکہ میں یہ تناسب سات گنا کم ہے۔ اس طرح ہائی کورٹ کے ہر جج پر اوسطاً ۱۳۰۰ مقدمات زیر التوا ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انصاف کی امید میں عدالتوں سے رجوع کرنے والے طالب انصاف کی تعداد کے تناسب میں ججوں کی تعداد ناکافی معلوم ہورہی ہے۔ سینئر ایڈوکیٹ پرتاپ چندر کا کہنا ہے کہ اگر مقدمات میں سماعت کا وقت طے ہو تو نائٹ عدالتوں اور فاسٹ ٹریک عدالتوں کی تعداد بڑھائی جائے، نیز ہر معاملے میں نظرثانی درخواست کی اجازت نہیں دی جائے تو لوگوں کو وقت پر انصاف مل سکے گا۔ ملک میں ضلعی اور تحصیل عدالتوں میں ۲۸ لاکھ مقدمات زیر التوا ہیں۔ ان میں سے پانچ لاکھ سے زیادہ زیر التوا مقدمات دو دہائیوں سے زیادہ پرانے ہیں۔ تین دہائیوں سے ۸۵ ہزار ۱۴۱ مقدمات پر کوئی فیصلہ نہیں لیا گیا ہے۔ ملک بھر میں ۲۵ ہائی کورٹس کے پاس، ۴۷ لاکھ سے زائد مقدمات زیر التوا ہیں۔ ان میں سے نو لاکھ ۲۰ ہزار سے زائد مقدمات دس سال سے زیر التوا ہیں۔ پچھلے بیس برسوں میں چھ لاکھ ساٹھ ہزار سے زیادہ مقدمات سماعت کے منتظر ہیں۔ ۳۰ سال سے زیر التوا مقدمات کی تعداد ایک لاکھ ۳۱ ہزار ہیں۔ ❑❑

# گاؤں اور شہروں میں ہو رہا ہے تیزی کے ساتھ اضافہ

کورونا کے سبب گزشتہ کچھ عرصہ میں ہندستان میں بے روزگاری بڑھی ہے۔ سینٹر فار مانیٹرنگ انڈین اکنامی (سی ایم آئی ای) کی رپورٹ میں اس سلسلے میں حیرت انگیز اعداد وشمار جاری کیے گئے ہیں۔ پیر کو جاری اس رپورٹ کے مطابق ۱۸/جولائی تک جہاں ہندوستان میں بے روزگاری کی شرح ۵ء۹۸ فیصد تھی وہیں ۲۵/جولائی تک یہ ۷ء۱۴ فیصد پہنچ چکی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ شہری اور دیہی دونوں علاقوں میں بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے، تاہم ماہانہ اعداد وشمار میں بے روزگاری کی یہ شرح کم ہوئی ہے۔ جون میں یہ دس فیصد تک تھی لیکن کورونا کی دوسری لہر کے بعد اقتصادی مورچے پر کچھ بہتری ہوئی ہے جس سے اس میں کمی آئی ہے۔ ماہرین کا دعویٰ ہے کہ کورونا کو کنٹرول کرنے کے لیے لگائی گئی پابندیوں کے سبب بیروزگاری میں اضافہ ہوا ہے۔ وہیں تیسری لہر کے خدشات کے پیش نظر بھی خوفناک تصویر سامنے آرہی ہے۔ سی ایم آئی ای محنت بازار پر نگاہ رکھتا ہے۔ اس کے مطابق گزشتہ ہفتہ شہری بے روزگاری کی شرح ۸ء۰۱ فیصد پہنچ چکی ہے۔ گزشتہ ہفتہ یہ ۷ء۹۴ فیصد تھی وہیں دیہی علاقوں میں بے روزگاری کی شرح ۶ء۷۵ فیصد پہنچ چکی ہے جو کہ گزشتہ ہفتہ کافی نیچے یعنی ۵ء۱ فیصد تھی۔ وہیں پیر کو کاروبار کے پھیلاؤ سے متعلق اعداد وشمار بھی جاری کیے گئے ہیں۔ نمورا انڈیا بزنس ریزمشن انڈکشن (این آئی بی آر آئی) کی طرف سے جاری اعداد وشمار گر کر ۹۵ء۳ پر پہنچ گئے ہیں جو گزشتہ ہفتے ۹۶ء۴ پر تھے۔ ان اعداد وشمار میں گراوٹ کاروباری سرگرمیوں میں کمی کو دِکھاتی ہے۔ ان اعداد وشمار کو تیار کرنے والے ادارہ کے مطابق کورونا کی دوسری لہر سے پہلے یہ اعداد وشمار بہتر تھے تاہم وبا سے پہلے کی مناسبت میں ان میں ۷ء۴ فیصد کی گراوٹ آچکی تھی۔ پیر کو جاری ان اعداد وشمار پر ماہر معاشیات گوتم شاہی کا کہنا ہے کہ یہ اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ بے روزگاری میں کس حد تک اضافہ ہوا ہے۔ تاہم کئی ماہر معاشیات اس بات پر متفق ہیں کہ آنے والے ہفتے میں بے روزگاری کی شرح کم ہوگی اور معیشت میں بہتری آئے گی، لیکن ان کا ماننا ہے کہ یہ سب ٹیکہ کاری کی رفتار پر منحصر کرے گا۔ نمورا سیکورٹیز سے منسلک سونل ورما کے مطابق اگست میں ٹیکہ کاری کی رفتار میں اضافہ ہوگا لیکن حال ہی میں ویکسی نیشن کی رفتار میں گراوٹ آئی ہے اس سے اس مہم کے تاخیر ہونے کا امکان بڑھ گیا ہے۔ ❑❑

## تاکہ سند رہے

# ساتویں بار بی جے پی ایم ایل اے کے گھر بیٹا پیدا ہوا

اتر پردیش میں لاء کمیشن کے ذریعہ تجویز کردہ آبادی کنٹرول ڈرافٹ پر تنازعہ جاری ہے، اپوزیشن جماعتوں نے اسے یوپی اسمبلی انتخابات سے قبل بی جے پی کی انتخابی چال قرار دیا ہے تاہم بی جے پی کے ۳۰۴ ایم ایل اے میں سے جن کی معلومات اسمبلی کی ویب سائٹ پر دستیاب ہیں، پارٹی کے ۱۵۲ ایم ایل اے کے تین یا زیادہ بچے ہیں۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بی جے پی کے ایک ایم ایل اے کے آٹھ بچے ہیں جبکہ ایک اور خاتون ایم ایل اے کے سات بچے ہیں۔ ایک ہی وقت میں تقریباً آٹھ ایم ایل اے ہیں جن میں سے ہر ایک کے چھ بچے ہیں۔ اس کے علاوہ بی جے پی کی اتحادی اپنا دل پارٹی کے ایک ایم ایل اے کے بھی آٹھ بچے ہیں۔ ایسی صورتحال میں ان اراکین اسمبلی کے بارے میں جاننا بہت ضروری ہے۔

**یہ ایم ایل اے کون ہیں؟** (۱) یوپی کے اتحادی اپنا دل کے ایم ایل اے ہری کے آٹھ بچے ہیں۔ ان کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ عالمی یوم آبادی کے موقع پر انھوں نے ٹویٹر پر یہاں تک لکھا کہ ہم سب کو آبادی پر قابو پانے سے آگاہ کرنا چاہیے۔ (۲) دوسری طرف شاہجہان پور ضلع کی تلہار سیٹ سے بی جے پی کے ممبر اسمبلی روشن لال ورما آٹھ بچوں کے والد ہیں۔ اس کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ ۲۰۱۷ء میں وہ تیسری بار اسمبلی میں منتخب ہوئے۔ (۳) نانپارہ اسمبلی سے بی جے پی کے ممبر اسمبلی مادھوری ورما کی چھ لڑکیاں تھیں۔ بیٹے کی خواہش میں وہ خواجہ غریب نوازؒ کی درگاہ پر گئیں جہاں انھوں نے بیٹے کے لیے منّت مانگی۔ اس کے بعد اس کا ساتواں بچہ لڑکا پیدا ہوا تھا، جس کا نام اس نے اجمیری ورما رکھا تھا۔ (۴) ضلع گونڈا کی کرنل گنج سیٹ سے بی جے پی کے ممبر اسمبلی کنور اجے پرتاپ سنگھ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ وہ ۲۰۱۷ء میں انتخابات جیت کر چھٹی بار ایم ایل اے بن گئے ہیں۔ (۵) یوپی کے لکھیم پور ضلع کی دھورارہ سیٹ سے ممبر اسمبلی بالا پرساد اوستھی کے چھ بچے ہیں۔ ان کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ وہ ۲۰۱۷ء میں چوتھی بار ایم ایل اے بھی بن چکے ہیں۔ (۶) اس کے علاوہ فتح پور ضلع کی کھاگا سیٹ سے بی جے پی کے ممبر اسمبلی کرشنا پاسوان کے بھی تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ۲۰۰۲ء میں پہلی بار الیکشن جیتنے کے بعد وہ اب تک تین بار ایم ایل اے رہ چکے ہیں۔ (۷) ضلع قنوج کی تیروہ سیٹ سے بی جے پی کے ایم ایل اے کیلاش سنگھ راجپوت کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ ۲۰۱۷ء میں وہ تیسری بار ایم ایل اے بنے۔ وہ ۱۹۹۶ء اور ۲۰۰۷ء کے اسمبلی انتخابات بھی جیت چکے ہیں۔ (۸) دوسری طرف بارہ بنکی کی حیدرگڑھ سیٹ سے ایم ایل اے بیج ناتھ راوت بھی تین بیٹے اور تین بیٹیوں کا باپ ہے۔ وہ ۱۹۹۸ء میں لوک سبھا کے رکن پارلیمنٹ بھی رہ چکے ہیں جبکہ ۲۰۱۷ء میں انھیں تیسری بار قانون ساز اسمبلی جیتنے کا موقع ملا۔ (۹) اس کے علاوہ ضلع مرزاپور کی مرزاپور سیٹ سے بی جے پی کے ایم ایل اے رتنا کر مشرا کی چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ ۲۰۱۷ء میں انھوں نے پہلی بار اسمبلی انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ (۱۰) ضلع مین پوری کے بھوگون سیٹ سے بی جے پی کے ممبر اسمبلی رام نریش اگنی ہوتری کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ ۲۰۰۲ء میں وہ یوپی قانون ساز کونسل کے ممبر بھی رہے۔ ۲۰۱۷ء میں وہ پہلی بار اسمبلی میں منتخب ہوئے۔ (۱۱) دوسری طرف میرٹھ ضلع کی میرٹھ کینٹ سیٹ سے بی جے پی کے ممبر اسمبلی ستیہ پرکاش اگروال کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ وہ ۲۰۰۲ء میں پہلی بار ایم ایل اے بنے اور اس کے بعد ۲۰۱۷ء میں مسلسل چوتھی بار منتخب ہوئے۔

## تجزیہ

جاوید اختر بھارتی

# نہ علماء پر شک کی گنجائش ہے نہ دینی مدارس پر

مدارس دینیہ ہندوستان کو غلامی سے آزاد کرانے کے لئے بے مثال و بیشمار قربانیاں پیش کی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ علماء کرام کی بدولت ہی ہندوستان انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا ہے اور آج بھی مدارس میں ملک سے وفاداری کی تعلیم دی جاتی ہے امن و بھائی چارگی کا پیغام دیا جاتا ہے ملک سے محبت تو مسلمانوں کی رگوں میں خون کی طرح شامل ہے یہی وجہ ہے کہ ملک میں جب بھی کوئی مسئلہ درپیش آیا ہے تو مسلمانوں نے آگے بڑھ کر وطن کی حفاظت کی ہے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیا ہے اس لئے نہ تو مسلمانوں پر شک کی گنجائش ہے اور نہ ہی دینی مدارس پر شک کی گنجائش ہے آج جس طرح مرکزی و ریاستی حکومت نئے نئے قوانین بنا رہی ہے اور احتجاج ومظاہرے کو طاقت کے استعمال کے ساتھ روک رہی ہے یہ جمہوریت پر بدنما داغ ہے، اس لیے کہ سیاسی پارٹیوں اور حکومت کے فیصلوں پر احتجاج و خیر مقدم دونوں کا اختیار ملک کے آئین نے دیا ہے اور آئین تب بنا ہے جب سبھی مذاہب کے ماننے والوں نے ایک ساتھ ہو کر انگریز جیسی ظالم قوم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ہندوستان کو ان کے چنگل سے آزاد کرایا اسی اختیارات کی بنیاد پر ماضی میں شہریت ترمیمی قانون کی پورے ملک میں مخالفت ہو رہی تھی اور احتجاج ومظاہرہ ہو رہا تھا اور آئین کے دائرے میں رہ کر احتجاج کرنا یہ جمہوریت کی شان ہے بی جے پی لیڈران جس طرح بدزبانی کر رہے ہیں اور دینی مدارس پر جو بیہودہ الزامات لگا رہے ہیں انہیں یہ بات نہیں بھولنا چاہیے کہ ظلم و جبر اور ناانصافی سے بہت دنوں تک حکومت قائم نہیں رہ سکتی جہاں اسلام ہوگا وہاں سلامتی ہوگی جہاں ایمان والے ہوں گے وہاں امن و امان ہوگا کیونکہ اسلام کے معنیٰ ہی سلامتی کے ہیں اور سلامتی کی ہی مذہب اسلام تعلیم بھی دیتا ہے ماضی میں جو پورے ملک میں احتجاج اور مظاہرہ ہو رہا تھا اسے قطعی طور پر مذہبی نگاہ سے دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی اور مذہبی تھا بھی نہیں بلکہ جس طرح ملک آزاد کرانے میں ہر مذاہب کے لوگوں نے حصہ لیا تھا اسی طرح آئین و جمہوریت بچانے کے لئے ہر مذاہب کے لوگ احتجاج ومظاہرے میں حصہ لے رہے تھے اس لئے کہ ہر انصاف پسند و سیکولرازم میں یقین رکھنے والے کو اس بات کا احساس ہو رہا تھا اور احساس ہو رہا ہے کہ شہریت ترمیمی قانون سے ملک کا زبردست نقصان ہوگا اس سے مذہبی منافرت بڑھے گی اور فرقہ پرست طاقتیں مضبوط ہوں گی، اور ملک میں فرقہ پرستی نہ رہے اور پوری طرح امن و سکون قائم رہے یہ ہر ہندوستانی کی ذمہ داری ہے، مسلمانوں کو بھی اپنے آباؤ واجداد کی تاریخ کو یاد رکھنا ہوگا کیونکہ جو قوم اپنے اسلاف کی تاریخ بھلا دیتی ہے وہ قوم حاشئے پر پہنچ جاتی ہے کہیں اس کی کوئی شناخت نہیں ہوتی اور وہی حال آج ملک میں مسلمانوں کا ہے اس لیے جمہوریت میں سیاسی پہچان کا ہونا ضروری ہے اور سیاسی پہچان تبھی قائم ہوگی جب ہم اپنے اسلاف کی تاریخ سے روشناس ہوں گے آج حکومت کے نشے میں چور کچھ لیڈران مدارس دینیہ کے خلاف زہر افشانی کرتے رہتے ہیں اور جھوٹے الزامات لگا کر ہٹ دھرمی کا اظہار کرتے ہیں اور تاریخ کو جھٹلا رہے ہیں ساتھ ہی ساتھ آج علمائے کرام پر مقدمات درج کئے جا رہے ہیں جبکہ اس ملک کو آزاد کرانے کیلئے علماء کرام نے سروں پر کفن باندھا ہے اور انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے ہزاروں ہزار کی تعداد میں سروں کا نذرانہ پیش کیا ہے، علامہ فضل حق خیرآبادی جنہوں نے انگریزوں کی حکومت کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا تھا جنہیں کالا پانی کی سزا دی گئی فتویٰ واپس لینے کے لئے دباؤ بھی ڈالا گیا لیکن علامہ فضل حق خیرآبادی نے کہا کہ فتویٰ طبیعت کی روشنی میں نہیں دیا جاتا ہے کہ جب چاہے بدل دیا جائے بلکہ فتویٰ شریعت کی روشنی میں دیا جاتا ہے اس لیے بدلا نہیں جا سکتا اور ہم جس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اس مذہب میں وطن سے محبت اور حفاظت کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اس پر عمل کرنا نصف ایمان تک کہا گیا ہے تو ہم اپنی آخری سانس تک اپنے ملک ہندوستان کے لئے قربان کر دیں گے، اپنے خون کا آخری قطرہ تک ملک کے لئے بہا دیں گے لیکن فتویٰ نہیں بدلیں گے مولانا ابوالکلام آزاد کی بیوی بیمار تھی اور مولانا آزاد جیل میں تھے انگریز نے پیغام بھیجا کہ اگر مولانا آزاد لکھ کر درخواست دیں تو ہم انکی بیوی کی بیماری کے مدنظر انہیں رہا کر دیں گے جب یہ پیغام جواہر لال نہرو نے ان تک پہنچایا تو مولانا آزاد نے کہا کہ ایک طرف میری بیوی بیمار ہے اور دوسری طرف میری ماں کو انگریزوں نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے ایسے میں مجھے اپنی بیوی کی فکر نہیں ہے بلکہ اپنی ماں کی فکر ہے میں اپنی ماں کو انگریزوں کی زنجیروں سے آزاد کرانے کے لئے اپنی بیوی کی بیماری کو بھول گیا ہوں مجھے اپنی بیوی کی بیماری کی کوئی فکر نہیں ہے یعنی بیوی کی بیماری کو نظر انداز کرتے ہوئے ملک کو ماں کا درجہ دیا ریشمی رومال کی تحریک علمائے کرام نے چلائی، انقلاب زندہ باد کا نعرہ علمائے کرام نے لگایا، گاندھی جی کو مہاتما کا خطاب علمائے کرام نے دیا، تقسیم ہند کی مخالفت علمائے کرام نے کیا۔

جامع مسجد کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر انگریزوں کے خلاف تقریریں علمائے کرام نے کیا، ملک کی آزادی کے بعد جب دستور ہند مرتب ہوا تو سب سے پہلے خیر مقدم علمائے کرام نے کیا، قدم قدم پر ملک سے حب الوطنی کا ثبوت علمائے کرام نے دیا اور ہزاروں علمائے نے ملک کو آزاد کرانے کے لئے اپنی جانیں قربان کیں ان کا تعلق اسی مدارس دینیہ و اسلامیہ سے تھا جن مدارس پر آج کچھ فرقہ پرست ذہنیت کے لوگ گھناؤنے الزامات لگا رہے ہیں اگر اپنی آنکھوں سے نفرت اور تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو ہندوستان کے مدارس اسلامیہ ملک کی آزادی کی لڑائی کا ایک حصہ نظر آئیں گے لیکن یہاں تو ہندو مسلم اتحاد کو توڑ کر اور دونوں کے جذبات کو ابھار کر سیاست کی روٹی سینکنے کا کچھ لوگوں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے جنہیں نہ تو ملک کی پرواہ ہے اور نہ ملک کی عوام کی پرواہ ہے نہ آئین کی پرواہ ہے نہ عہدے کے وقار کی پرواہ ہے بس سروں پر غرور سوار ہے زبان درازی، بدکلامی، بدزبانی، گالی اور دھمکی و اشتعال انگیز بیانات و تقریریں کرنا ان کا مشغلہ ہے اور آج ہماری صفوں میں بھی ایسے ایسے تنگ نظر پیدا ہو گئے ہیں کہ ملک کی آزادی سے متعلق بھی مضمون لکھتے ہیں تو مکتب فکر کی بنیاد پر لکھتے ہیں، ان کے مضامین سے اختلافات، تعصّبات، بغض حسد نفرت کی بو آتی ہے اور اس کے باوجود بھی صحافی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وجہ یہ ہے کہ ان کی سوچ کا دائرہ بہت چھوٹا ہے اللہ کرے کہ انکی سوچ کا دائرہ وسیع ہو اور ذہنیت صاف ہو۔

## کھیل کی دنیا

## ٹوکیواولمپکس: الجزائری جوڈو کھلاڑی کا اسرائیلی کھلاڑی سے مقابلہ کرنے سے انکار

### الجزائر کے ایک ایتھلیٹ فتحی نورین نے اسرائیلی کھلاڑی کے خلاف جوڈو مقابلے سے دستبرداری کا اعلان کر دیا، جس کے بعد وہ وطن واپس لوٹ گئے

ٹوکیو: ٹوکیواولمپکس ۲۰۲۰ء کے دوران الجزائر کے ایک ایتھلیٹ فتحی نورین نے اسرائیلی کھلاڑی کے خلاف جوڈو مقابلے سے دستبرداری کا اعلان کردیا۔ نورین نے یہ فیصلہ فلسطین کی حمایت میں کیا، جس کے بعد وہ وطن واپس لوٹ گئے۔ بین الاقوامی جوڈو فیڈریشن (آئی جے ایف) نے الجزائر کے ایک جوڈوکا اور ان کے کوچ کو ٹوکیو اولمپکس میں مقابلے کے آغاز سے قبل ہی اسرائیلی جوڈوکا سے میچ سے دستبردار ہونے پر معطل کردیا ہے۔ ڈرا کے مطابق ان کا اسرائیلی ایتھلیٹ کے خلاف میچ ہوسکتا تھا۔ آئی جے ایف نے ایک بیان میں کہا کہ فتحی نورین اور ان کے کوچ عمرو بنی خلیف نے میڈیا کو انفرادی بیانات دیتے ہوئے اسرائیلی ایتھلیٹ سے مقابلے سے بچنے کے لیے سرے سے ایونٹ ہی سے دستبرداری کا اعلان کردیا تھا۔ اس میں کہا گیا ہے کہ نورین کی مقابلے سے دستبرداری بین الاقوامی جوڈو فیڈریشن کے فلسفے کے مکمل منافی تھی۔ اس میں کہا گیا ہے کہ آئی جے ایف کی ایک سخت غیر امتیازی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ وہ یکجہتی کو ایک کلیدی اصول کے طور پر فروغ دیتی ہے اور اس کو جوڈو کی اقدار سے تقویت ملتی ہے۔

آئی جے ایف نے اس معاملے کی تحقیقات کی ہے اور اس کے نتیجے میں نورین اور بنی خلیف کو عارضی طور پر معطل کردیا ہے۔ آئی جے ایف نے پابندیوں کی قسم کے بارے میں مزید وضاحت کیے بغیر کہا کہ الجزائر کی اولمپک کمیٹی نے ایتھلیٹ اور کوچ دونوں سے ایکریڈیٹیشن واپس لے لی ہے اور وہ ان پر پابندیوں کا اطلاق کرتے ہوئے وطن واپس بھیج دیا ہے۔ نورین نے الجزائر کے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ وہ فلسطینی نصب العین کی غیر متزلزل سیاسی حمایت کرتے ہیں۔ اس کے پیش نظران کے لیے اسرائیلی جوڈوکا ہر بتبول کے خلاف مقابلے میں اترنا ناممکن ہے۔ ۳۰ سالہ الجزائری ایتھلیٹ کا مردوں کی ۷۳ کلوگرام کیٹگری میں سوڈان کے محمد عبدالرسول کے خلاف پہلا میچ تھا۔ اگر وہ اس میچ میں فاتح ہوتے تو اگلے راؤنڈ میں ان کا اسرائیلی جوڈوکا بتبول کے ساتھ مقابلہ ہوتا۔ بتبول پہلے راؤنڈ میں بائی ملنے کے بعد دوسرے راؤنڈ میں پہنچ چکے ہیں۔ یہ پہلا موقع نہیں جب نورین نے کسی اسرائیلی حریف کا سامنا کرنے سے بچنے کے لیے مقابلے سے دستبرداری اختیار کی ہے۔ وہ قبل ازیں ٹوکیو میں ۲۰۱۹ء میں منعقدہ جوڈو کی عالمی چمپئن شپ میں بھی اسرائیلی ایتھلیٹ سے اسی سبب کی بنا پر مقابلے سے دستبردار ہوگئے تھے۔ واضح رہے کہ ماضی میں ایران اور مصر سمیت دیگر ممالک کے کھلاڑی اور ایتھلیٹ بھی عالمی مقابلوں میں اسرائیلیوں کے خلاف کھیلنے سے انکار کر چکے ہیں۔

## ٹوکیو اولمپک میں میرابائی چانو کی کارکردگی نے کوچ وجے شرما کا خواب کیا شرمندۂ تعبیر

جاپان کے شہر ٹوکیو میں کھیلے جارہے اولمپک کھیلوں میں ویٹ لفٹنگ میں چاندی کا تمغہ حاصل کرنے والی میرابائی چانو کے کوچ وجے شرما کا کہنا ہے کہ چانو نے ویٹ لفٹنگ میں چاندی کا تمغہ جیت کر میرے دیرینہ خواب کو شرمندہ تعبیر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ چانو کو یہ تمغہ حاصل کرنے میں بارہ برس لگ گئے تاہم اس سے میرا دیرینہ خواب پورا ہوا ہے۔

کوچ وجے شرما نے میرابائی چانو کی طرف سے انڈیا کے لئے چاندی کا تمغہ حاصل کرنے کے ردعمل میں یو این آئی سے بات کرتے ہوئے کہا کہ میرابائی چانو میرے پاس سال ۲۰۱۳ء میں ویٹ لفٹنگ کے ایک قومی کیمپ کے دوران آئی۔ ان کی آنکھوں میں اس گیم کے لئے شوق و جذبے کو دیکھ کر مجھے لگا کہ وہ اس میدان میں ایک دن ضرور اپنا مقام حاصل کرے گی جو اس نے آج کر کے دکھایا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ہم روزانہ تین شفٹوں میں چھ سے سات گھنٹوں تک مشق کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ سخت محنت اور شوق میرابائی چانو کو تھکنے نہیں دیتا تھا اور چودہ سال کی عمر سے ہی اس نے اپنے خوابوں کی دنیا کو پورا کرنے کی ٹھان لی اور آخر کار سال ۲۰۲۱ء میں بارہ برس بعد اس نے اپنے خوابوں کو پورا کر کے دکھایا۔

وجے شرما، جنہوں نے شمالی ریلویز میں اپنی خدمات انجام دی ہیں، کا ماننا ہے کہ بھارت میں نوجوانوں میں صلاحیتوں کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن ان صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے سہولیات درکار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جس دن ہم اپنے کھلاڑیوں کو تمام تر ضروری سہولیات فراہم کرنے میں کامیاب ہوں گے اس دن اولمپکس میں ہمارے تمغے حاصل کرنے کا گراف بدل جائے گا۔ میرابائی چانو کے بارے میں وجے شرما کا مزید کہنا تھا کہ میرابائی بالکل مختلف ایتھلیٹ ہیں، وہ انتہائی پرعزم اور نظم وضبط کی سخت پابند ہیں۔

## طب وصحت

## آم سے جڑے چند رسیلے حقائق

آم کی تعریف کچھ اس طرح کی جاسکتی ہے کہ گرم علاقوں میں پیدا ہونے والا رس دار اور گودے دار پھل جو مختلف رنگ و بیضوی شکل میں نظر آتا ہے۔ اسے پکنے پر کھایا جاتا ہے اور کچے میں اس کا اچار بنایا جاتا ہے۔ اس کی سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اقسام ہیں اور برصغیر میں اسے پھلوں کا راجا کہا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل میں آم کے بارے میں چند حقائق پیش کیے جارہے ہیں جن میں سے کئی سے آپ واقف بھی ہوسکتے ہیں۔

(۱) سیب اور بیر کی طرح آم کی بھی مختلف اقسام ہیں جو سینکڑوں اور ہزاروں پر محیط ہیں۔ بعض رس دار اور میٹھے ہوتے ہیں تو بعض ترش، بعض قدرے گرم جبکہ بعض اناس کی ترشی لیے ہوئے اور یہ سب بڑے اور چھوٹے ہر شہر میں دستیاب ہوتے ہیں۔ آپ اس کی میٹھی اقسام کا ذائقہ لینا چاہتے ہیں تو الفانسو کھا کر دیکھ سکتے ہیں۔

(۲) یہ ایک نہیں بلکہ تین ممالک کا قومی پھل ہے۔ آم ہندستان، پاکستان اور فلپائن کا قومی پھل ہے۔ اس کے علاوہ یہ بنگلہ دیش کا قومی درخت بھی ہے۔

(۳) آم کا نام 'مینگو' انڈیا سے آیا ہے۔ انگریزی کا لفظ 'مینگو' تامل زبان کے لفظ 'مینگے' یا ملیالم لفظ 'مانگا' سے مشتق ہے، جب پرتگالی تاجر جنوبی ہند میں آباد ہوئے تو انھوں نے مانگا لفظ کا استعمال کیا اور پھر پندرہویں اور سولہویں صدی میں جب برطانوی تاجروں نے جنوبی ہند سے تجارت شروع کی تو یہ لفظ بدل کر مینگو ہوگیا۔

(۴) ہر سال دنیا بھر میں چار کروڑ ساٹھ لاکھ ٹن آم پیدا ہوتا ہے۔ آم کے درخت بہت جلد پھل پھول جاتے ہیں اور یہ مختلف اقسام اور رنگ کے ہوتے ہیں۔ بہت سے اقسام پھپھوندیوں سے محفوظ رہتے ہیں اور جلد خراب نہیں ہوتے۔ اس کی یہ تمام خوبیاں اسے دنیا بھر میں برآمد کیے جانے میں معاون ہیں۔

(۵) دنیا کے ہر خطے میں آم پیدا ہوتا ہے۔ آم صرف ایشیا ہی نہیں بلکہ افریقہ میں بھی پیدا ہوتا ہے۔ ہر شہر کی سپر مارکیٹ میں آم دنیا کے ہر کونے سے آتے ہیں۔ سال کی ابتدا میں پیرو سے آم آتے ہیں۔ اس کے بعد افریقہ سے اور تیسرے ربع میں اسرائیل اور مصر سے اور پھر برازیل سے آموں کی ترسیل شروع ہوجاتی ہے۔

(۶) سب سے زیادہ آم کی پیداوار انڈیا میں ہوتی ہے۔ اس کے بعد چین اور تھائی لینڈ، دوسرے اور تیسرے نمبر پر آتے ہیں جہاں سب سے زیادہ آم پیدا ہوتے ہیں۔

(۷) آم پہلے پہل پانچ ہزار سال قبل انڈیا میں پیدا ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جنگلی آم انڈیا اور برما میں ہمالیہ کی گود میں پہلے پہلے پیدا ہوا۔ اس کی پہلی کاشت پانچ ہزار سال قبل جنوبی ہند، میانمار اور خلیج بنگال میں موجود انڈمان جزائر میں بتائی جاتی ہے۔

(۸) آم نے دنیا بھر کا سفر کیا۔ آم کے درخت پہلے پہل ایشیا میں پیدا ہوئے لیکن اب یہ دنیا بھر میں نظر آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ افریقہ میں آم کی قلمیں سب سے پہلے دسویں صدی عیسوی میں لگائی گئیں۔ دنیا کے معروف سیاح ابن بطوطہ نے چودہویں صدی میں لکھا کہ انھوں نے موغادیشو میں آم کو پھلتے ہوئے دیکھا تھا۔ آج آم دنیا کے ہر گوشے میں آم پیدا ہوتا ہے۔ کیریبین کے جزائر سے لے کر برازیل اور یہاں تک کہ پیرو میں بھی پایا جاتا ہے۔ اسپین واحد یورپی ملک ہے جہاں بڑے پیمانے پر مالقہ صوبے میں آموں کی کاشت ہوتی ہے۔

(۹) دنیا میں آم کا قدیم ترین درخت صدیوں سے قائم ہے۔ دنیا کا قدیم ترین آم کا درخت بھی انڈیا میں ہے جو ۳۰۰ برس پرانا ہے اور وسطی ہند کے خاندیش میں پایا جاتا ہے۔ حیرت انگیز طور پر یہ صدیوں پرانا درخت اب بھی پھل دیتا ہے۔

(۱۰) آم کا جو اور پستے کا رشتہ دار ہے۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ آم اور پستہ کا میل اتنا اچھا کیوں ہے اس لیے کہ یہ رشتے دار ہیں۔ آم ایک گٹھلی دار پھل ہے جس کے اوپر گودا اور چھلکا ہوتا ہے۔ آم کی گٹھلی ہی اس کا بیج ہے۔ اسی طرح زیتون، کھجور اور چیری بھی گٹھلی دار پھل ہیں اور کاجو اور پستہ بھی نوائیہ ہیں یعنی گٹھلی سے نکلتے ہیں اور اس طرح یہ آم کے دور کے رشتے دار ٹھہرتے ہیں۔

(۱۱) آم کا پیڑ بودھ مذہب کے لیے مقدس ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مہاتما بدھ اپنے ساتھی راہبوں کے ساتھ آم کے باغ کے پرسکون ماحول میں عبادت اور آرام کیا کرتے تھے۔ اسی کے نتیجے میں بودھوں کے نزدیک آم کا پیڑ مقدس ہے۔

(۱۲) آم آپ کے لیے مفید ہے۔ ایک پیالے آم میں تقریباً ساٹھ ملی گرام وٹامن سی پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی صحت کے لیے یہ کئی اعتبار سے مفید ہے۔ آم میں بیس سے زیادہ وٹامنز اور معدنیات پائے جاتے ہیں۔ اس میں وٹامن اے، پوٹاشیم، فولیٹ (وٹامن بی کی ایک قسم) بڑی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں ریشہ بھی پایا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر بغیر کسی افسوس کے آم کی دعوت کی جاسکتی ہے۔ ◻◻

## ادبیات

### ہمارا قافلہ آخر کہاں ہے؟

**قاری محمد اسحاق حافظ سہارنپوری**

نہ جادہ ہے نہ منزل کا نشاں ہے — ہمارا قافلہ آخر کہاں ہے
کہیں چادر نہ شمعِ ضوفشاں ہے — شہیدِ ناز کی تربت کہاں ہے
ضرورت ہی نہیں شرح و بیاں کی — مرا جو حال ہے رُخ سے عیاں ہے
نہیں ملتی کڑی سے اِک کڑی بھی — بہت مہمل ہماری داستاں ہے
گلِ زخم جگر مرجھائے ہیں کب — انھیں حاصل بہارِ جاوداں ہے
چمن میں ہر طرف ہے ہو کا عالم — یہ فصلِ گل ہے یا دورِ خزاں ہے
نوازش ہوگئی برقِ تپاں کی — مثالِ طور میرا آشیاں ہے
رضائے دوست میں ہوں میں تو راضی — بہر صورت مرا دل شادماں ہے
مٹایا ہے اسی گردش نے ہم کو — یہی گردش ہماری پاسباں ہے
کرشمہ ہے یہ دل کی وسعتوں کا — ہماری مردمک میں آسماں ہے
سبھی منہ دیکھے کی کرتے ہیں باتیں — جہاں میں کون کس کا رازداں ہے

جھکائے کوئی حافظؔ میرے سر کو
کسی شہ زور میں ہمت کہاں ہے

———◆●◆———

### ہم فقیروں کو بھی کچھ رنج عنایت کرنا

**ایوب خاور**

ضبط کرنا نہ کبھی ضبط میں وحشت کرنا — اتنا آساں بھی نہیں تجھ سے محبت کرنا
تجھ سے کہنے کی کوئی بات نہ کرنا تجھ سے — کنج تنہائی میں بس خود کو ملامت کرنا
اِک بگولے کی طرح ڈھونڈتے پھرنا تجھ کو — روبرو ہو تو نہ شکوہ نہ شکایت کرنا
پھر وہی خارِ مغیلاں وہی ویرانہ ہے — اے کف پائے جنوں پھر وہی زحمت کرنا
صورتِ ماہ منبر اب کے سربام آکر — ہم فقیروں کو بھی کچھ رنج عنایت کرنا

جمع کرنا تہہ مژگاں تجھے قطرہ قطرہ
رات بھر پھر تجھے ٹکڑوں میں روایت کرنا

———◆●◆———

### یہ وصف کہاں شمشیروں میں یہ بات کہاں تلواروں میں

**فطرت بھاگلپوری**

نغماتِ ازل بیدار ہوئے پھر بربطِ دل کے تاروں میں
تکبیر کی آوازیں گونجیں یثرب کے حسیں کوہساروں میں
مستانہ ہواؤں کے جھونکے نذرانہ عقیدت کا لائے
شبنم کے گہر تقسیم ہوئے کچھ پھولوں میں کچھ خاروں میں
پھولوں کی زباں پر ذکر ترا غنچوں کے لبوں پر مدح تری
اے حسن ازل کے شیدائی چرچا ہے ترا مہ پاروں میں
اے فخرِ مسیحا فخرِ زماں تو ہی ہے علاجِ دردِ نہاں
مجھ کو بھی پلا داروئے شفا، میں بھی ہوں تیرے بیماروں میں
اس شانِ کرم کا کیا کہیے دنیا کو مسخر جس نے کیا
یہ وصف کہاں شمشیروں میں یہ بات کہاں تلواروں میں
بندوں کی غلامی سے تو نے انساں کو دلائی آزادی
آزادیٔ انساں کا جذبہ محدود نہیں دیواروں میں
دنیا کو نبیؐ کا صدقہ ہے جینے کا سلیقہ اے فطرتؔ
آقا ہی کا رتبہ ہے اعلیٰ تہذیب کے سب معماروں میں

———◆●◆———

### خوشنما خواب کیا دیتی ظالم تھی وہ

**ذکی طارق بارہ بنکوی**

یارو کیوں بیخودی مجھ پہ چھاتی رہی — کس کی پرکیف سی یاد آتی رہی
چل پڑی بے وفائی کی اک آندھی اور — پیار کے دیپکوں کو بجھاتی رہی
نالی کا کیڑا نالی میں ہی بس جیا — مخملی ارض موت اس پہ لاتی رہی
کیا اسے ظلم کا اپنے احساس تھا — کیوں چراغوں کی لو تھرتھراتی رہی
کس لئے کوئی منزل یہ پاتی بھلا — زندگی خاک تھی خاک اڑاتی رہی
دیکھو تو میرے مولا کی قدرت ذرا — تیرہ بختی مری جگمگاتی رہی
ایک کے بعد اک مسئلہ ہوگیا — زندگی بارہا آزماتی رہی
میں نے اس کے کبھی نخرے دیکھے نہیں — زندگی خود مرے ناز اٹھاتی رہی

خوشنما خواب کیا دیتی ظالم تھی وہ
صرف نیندیں ہماری اڑاتی رہی

## بقیہ— افغان فورسز کی امریکی...

اضافہ ہوا۔ اب جبکہ امریکہ کی افغانستان سے واپسی کا عمل مکمل ہونے کو ہے، طالبان سبک رفتاری سے ملک کے مختلف علاقوں پر قابض ہورہے ہیں۔فروری ۲۰۲۰ء میں ہونے والے معاہدہ کے بعدایک برس تک طالبان نے اپنی حکمت عملی تبدیل کرتے ہوئے شہروں اور فوجی چوکیوں پر حملے کرنے کے بجائے ٹارگٹ کلنگ کا راستہ اپنایا۔ان کے شدت پسند نظریات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، صرف ان کی حکمت عملی تبدیل ہوئی۔ ایک عالمی قوت کو دو دہائیوں تک اپنے اوپر حاوی نہ کرنے والے طالبان کی حالیہ تیز رفتار پیش قدمی کو دیکھتے ہوئے یہ خطرہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ غیر ملکی افواج کی غیر موجودگی میں وہ کابل میں حکومت گرانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔حقیقت تو یہ ہے کہ طالبان کی پیش قدمی اکثر فریقین کی سوچ سے زیادہ تیز ہے۔اگر امریکی خفیہ اداروں کے تجزیہ پر یقین کیا جائے تو موجودہ افغان حکومت امریکی افواج کے انخلا کے چھ ماہ بعد ہی گرسکتی ہے۔❑❑

## بقیہ— موہن بھاگوت کا خطاب....

عمل تک لانے کی باہمی جدوجہد ملک کے حق میں ہونا چاہیے۔اگر انھوں نے اپنی شبیہ بہتر کرنے کی کوشش کی ہے تو غلط کیا ہے؟ معاملہ سیاسی کے بجائے انسانی تکریم کے پس منظر میں سماجی، تہذیبی اور سب کی آزادی اور وجود کا اقرار اور جیو اور جینے دو سے زیادہ ہے۔اسے ڈاکٹر بھاگت بھی دہلی کے دوروزہ (۱۷-۱۸/ستمبر۲۰۱۸ء) کے تفصیلی خطاب میں اعلان واظہار کر چکے ہیں۔حالیہ خطاب سے کئی ہندوودای تنظیمیں اور سیاسی عناصر برہم ہیں اور گرو گولوالکر کی فکر سے انحراف قرار دے رہے ہیں۔ یہ آئندہ بھی ہوگا، ہمارے دانشوروں اور قائدین کو حالیہ خطاب اور ستمبر ۲۰۱۸ء کی تقریروں کے مجموعہ 'مستقبل کا بھارت' کا سنجیدہ مطالعہ کرکے مبنی برحقیقت تجزیہ قائم کرنا چاہیے۔نظریاتی بحث تو سامنے ہے تاہم عملی حالت اور ہندو مسلم کے نام پر جاری نفرت اور پارٹی تنظیم سے وابستہ لیڈروں کے بیانات اور ان کے خلاف مؤثر کارروائی نہ ہونے کی وجہ سے کئی طرح کے سوالات وتضادات، قول وعمل کو بے معنی کردیتے ہیں۔جب تک عملی حالات اور بیانات میں موافقت پیدا نہیں ہوگی، تب تک نظریہ وسوال کی زد میں رہے گا۔ ڈاکٹر بھاگوت کے فکر وعمل کے تعلق سے بہت سی باتیں اور تحریریں کتابیں شکل میں آچکی ہیں، سب کے مطالعے اور جائزے سے ماضی، حال، نظریہ وعمل کے رشتے کو زیر بحث لانے اور صورتِ حال کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ کہنے کی بھی ضرورت ہے کہ اگر بقول ڈاکٹر بھاگوت بھارت میں اسلام خطرے میں نہیں ہے تو ہندومت بھی خطرے میں نہیں ہے، ان کی ہندوتو پر مبنی فلاسفی کے تحت آزادی کے حق کے تناظر میں کسی عقیدہ وعمل کو اختیار کرنا سچائی سے سچائی کی طرف آنا ہے نہ کہ تبدیلی مذہب، سی اے اے وغیرہ کے ذریعہ شہریوں کے درمیان تفریق اور بھید بھاؤ، جو آئین کے خلاف ہونے کے ساتھ ہندومسلم کے ایک ہونے کے دعوے پر بھی سوال کھڑا کرتا ہے۔اس طرح کی تفریق کا خاتمہ ہی ڈاکٹر بھاگوت کے نظریہ ودعویٰ کو بامعنی اور ثمر آور بنا سکتا ہے۔❑❑

## بقیہ : —— مراسلات

کے کھلانے کو ثواب بتایا ہے اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرام ؟ کے قبضے میں مشرک ہی قید ہوکر آتے تھے۔خود آنحضرتؐ نے بعض صحابہ کو ان کے مشرک والدین کے ساتھ صلہ رحمی کی اجازت دی۔تفسیر کی روایتوں میں ہے کہ جب صحابہ کرام مذہبی اختلاف کی بنا پر غریب مشرکوں کی مدد سے کنارہ کرنے لگے تو یہ آیت اتری کہ ان کو راہ پر لے آنا تمھارے اختیار کی بات نہیں لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جو بھلائی (مال) تم خرچ کروو ہ تمھارے لیے ہی ہے۔(البقرہ) یعنی تم کو تمہاری نیکی کا ثواب بہ ہر حال ملے گا۔مصیبت وآفت کے وقت بلاتفریق مذہب ہر انسان کی مدد کرنا اور ہمدردی وتعاون کا معاملہ کرنا مسلمانوں کا امتیازی وصف ہے، جس کی متعدد مثالیں رحمۃ للعالمینؐ کی سیرتِ مبارکہ میں موجود ہیں یہاں ایک کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے، وہ یہ کہ ایک سال مکہ مکرمہ کے لوگ قحط کا شکار ہوئے تو حضرت نبی کریمؐ نے ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کے پاس پانچ سو درہم روانہ کیے تاکہ وہ مکہ مکرمہ کے ضرورت مندوں اور محتاجوں میں تقسیم کردیں۔ (سیرۃ النبی) جو لوگ سیرت نبوی کی ادنیٰ معلومات بھی رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اہلِ مکہ نے آپؐ پر کس قدر ظلم ڈھائے تھےلیکن یہ رحم؟ للعالمین ؟ کی رحمت تھی کہ مصیبت کے وقت میں خود آگے بڑھ کر ان کی امداد کی۔ ہمدردی ورواداری کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوسکتی ہے کہ اہلِ اسلام پر مظالم کے مختلف النوع پہاڑ توڑنے والوں کی یوں مدد کی جائے، اس لیے ہمیں بھی رحم؟ للعالمین؟ کے اس مبارک عمل کی اتباع کرنی چاہیے اور سیلاب متاثرین کی بڑھ چڑھ کر امداد کرنی چاہیے۔

**مولانا ندیم احمد انصاری**

## بقیہ : —— گاہے گاہے باز خواں...

اقوامِ متحدہ کا یہ وجود مسلم دُنیا کے لیے بلاشبہ ایک لمحۂ فکریہ ہے جس پر اسے غور کرنا چاہیے۔اسے سوچنا ہوگا کہ آخر اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کو صرف مسلم دُنیا کی سرگرمیاں ہی کیوں نظر آتی ہیں۔اس نے آج تک کسی یوروپی یا عیسائی ملک کا ہاتھ کیوں نہیں پکڑا۔کیا اس نے بوسنیا کے قتلِ عام کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا جو سربوں کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا۔کیا اسے چیچنیا، داغستان وغیرہ میں روسی فوجوں کا ظلم نظر نہیں آتا جو روسی حکومت کے اشاروں پر برپا کیا جارہا ہے۔آخر سلامتی کونسل نے ان ظالم ملکوں اور قوموں کے خلاف کیا کارروائی کی ان تمام معاملات پر مسلم دُنیا کے سربراہوں، مفکرین اور دانشوروں کو گہرائی کے ساتھ غور وفکر کرنا چاہیے اور تجزیہ کرنا چاہیے کہ اقوامِ متحدہ کا وجود ان کے لیے کس حد تک سودمند ثابت ہورہا ہے۔

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کپسول
نیا بھروسہ ایک ھی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

## بقیہ— ماہِ محرم الحرام...

تقدس کو اس طرح پامال کیا کہ الامان والحفیظ، اس ماہ میں ہم نے اپنے کو چند در چند خرافات کا پابند بنا کر بجائے ثواب حاصل کرنے کے الٹا معصیت اور گناہ میں مبتلا ہونے کا سامان کرلیا ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ جس طرح اس ماہ میں عبادت کا ثواب زیادہ ہوجاتا ہے، اسی طرح اس ماہ کے اندر معصیات کے وبال وعقاب کے بڑھ جانے کا بھی اندیشہ ہے؛ اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس محترم مہینہ میں ہر قسم کی بدعات وخرافات سے احتراز کرے۔ ذیل میں مختصر انداز میں اس ماہ کی چند بدعات ورسومات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

### ماتم کی مجلس اور تعزیہ کے جلوس میں شرکت

عشرہ؟ محرم میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ماتم کی مجلسوں میں، اسی طرح دسویں تاریخ کو تعزیہ کے جلوس کا نظارہ کرنے کے لیے جمع ہوجاتی ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے؛ حالانکہ اس کے اندر کئی گناہ ہیں:

(۱) ایک گناہ تو اس میں یہ ہے کہ ان مجالس اور جلوس میں شرکت کرنے سے دشمنانِ صحابہ کی رونق بڑھتی ہے؛ جبکہ دشمنوں کی رونق بڑھانا حرام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے کسی قوم کی رونق بڑھائی وہ انھیں میں سے ہے۔

(۲) دوسرا گناہ اس میں یہ ہے کہ جس طرح عبادت کا کرنا اور دیکھنا اور اس سے خوش ہونا باعثِ اجر وثواب ہے، اسی طرح گناہوں کے کاموں کو بخوشی دیکھنا بھی گناہ ہے، ظاہر ہے کہ ماتم کی مجلس میں جانا اور تعزیہ نکالنا یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

(۳) تیسرا گناہ یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے، وہاں اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے اور ایسی غضب والی جگہ پر جانا بھی گناہ سے خالی نہیں، غرض کہ ان مجلسوں اور جلوسوں سے بھی احتراز کرنا لازم ہے۔

### دسویں محرم کی چھٹی کرنا

یوم عاشوراء کی چھٹی کرنے میں کئی قباحتیں ہیں، مثلاً: (۱) پہلی قباحت تو یہ ہے کہ اس دن چھٹی کرنا روافض اور اہلِ تشیع کا شعار ہے اور غیروں کے شعار سے اجتناب لازم ہے؛ کیونکہ حدیث میں ہے: جس شخص نے کسی دوسری قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

(۲) دوسری قباحت یہ ہے کہ اس دن چھٹی کرکے ہم لوگ بیکاری اور بے ہمتی کا مظاہرہ کرتے ہیں؛ جبکہ اہلِ تشیع اپنے مذہب کے لیے بے پناہ مشقت اور سخت محنت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

(۳) تیسری خرابی یہ ہے کہ چھٹی کرنے کی وجہ سے اکثر مسلمان تعزیہ کے جلوس میں چلے جاتے ہیں اور تعزیہ کے جلوس میں شرکت کی خرابیاں بتائی جاچکی ہیں۔

### دسویں محرم کو کھچڑا پکانا

بعض لوگ محرم کی دسویں تاریخ کو کھچڑا پکاتے ہیں، یہ بالکل ناجائز اور سخت گناہ ہے، البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی میں خوارج دسویں محرم کو مختلف اناج ملاکر پکاتے تھے۔معلوم ہوا کہ اس دن کھچڑا پکانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے دشمنی رکھنے والوں کی ایجاد کردہ رسم ہے، اہل بیت سے الفت ومحبت رکھنے والوں کو اس رسم بعد سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

### ایصال ثواب کے لیے کھانا پکانا

محرم کے مہینے میں خصوصاً نویں، دسویں، گیارہویں تاریخ میں بعض لوگ کھانا پکا کر حضرت حسینؓ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں، یہ طریقہ بھی بالکل غلط اور کئی قباحتوں کا مجموعہ ہے:

(۱) جن ارواح کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اگر ان کو نفع ونقصان کا مالک سمجھا گیا اور ان اکابرِ سلف کے نام سے وہ کھانا پکایا گیا تو یہ شرک ہے اور ایسا کھانا ''مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْ ?رِ اللّٰهِ'' میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

(۲) عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو چیز صدقہ دی جاتی ہے، میت کو بعینہٖ وہی ملتی ہے؛ حالانکہ یہ خیال بالکل باطل ہے، میت کو وہ چیز نہیں پہنچتی؛ بلکہ اس کا ثواب پہنچتا ہے۔

(۳) ایصالِ ثواب میں اپنی طرف سے قیود لگالی ہیں یعنی صدقہ کی متعین صورت یعنی کھانا، مہینہ متعین، دن متعین؛ حالانکہ شریعت نے ان چیزوں کی تعیین نہیں فرمائی، جو چیز چاہیں جب چاہیں صدقہ کرسکتے ہیں، شریعت کی دی ہوئی آزادی پر اپنی طرف سے پابندیاں لگانا گناہ اور بدعت؛ بلکہ شریعت میں مداخلت ہے۔

### پانی یا شربت کی سبیل لگانا

بعض لوگ محرم کی دسویں تاریخ کو پانی کی یا شربت کی سبیل لگاتے ہیں اور راستوں وچوراہوں پر بیٹھ کر گزرنے والے کو وہ پانی یا شربت پلاتے ہیں تو اگرچہ پانی بلانا باعثِ ثواب اور نیکی کا کام ہے؛ لیکن یہ عمل بھی مندرجہ بالا پابندیوں کی وجہ سے بدعت اور قابلِ ترک ہے۔

### مٹھائی تقسیم کرنا

بعض جگہوں پر یہ بھی رواج ہے کہ دس محرم کو مٹھائی وغیرہ مسجد میں لاکر یا گھر میں ہی تقسیم کردیتے ہیں، یہ امر بھی معصیت اور خلافِ شریعت ہے۔

### عید کی طرح زینت کرنا

بعض حضرات یومِ عاشورہ میں عید کی طرح زینت اختیار کرتے ہیں، یہ بھی بدعت ہے، اور بعض حضرات جواز کے قائل ہیں، اور تائید میں حدیث پیش کرتے ہیں؛ مگر جواز پر دلالت کرنے والی تمام احادیث موضوع ہیں۔

### محرم میں نکاح کرنا

اس سلسلے میں اصل گفتگو یہ ہے کہ یہ مہینہ معظم ومحترم ہے یا منحوس ہے؟ شیعہ حضرات اس ماہ کو منحوس سمجھتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کے نزدیک شہادت بہت بری اور منحوس چیز ہے اور چونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اس میں ہوئی ہے اس لیے وہ لوگ اس میں کوئی تقریب اور خوشی کا کام شادی ونکاح وغیرہ نہیں کرتے۔

اس کے برخلاف سنیوں کے نزدیک یہ مہینہ معظم ومحترم اور فضیلت والا ہے، محرم کے معنی ہی پُرعظمت اور مقدس کے ہیں، جیسا کہ بالتفصیل مضمون کی ابتداء میں بیان کیا گیا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ مہینہ اور دن افضل ہے تو اس میں نیک اعمال بہت زیادہ کرنے چاہئیں، نکاح وغیرہ خوشی کی تقریبات بھی اس میں زیادہ کرنی چاہئیں، اس میں شادی کرنے سے برکت ہوگی۔ ان شاء اللہ۔اس مہینے میں شادی کو منحوس سمجھنا شیعی ذہنیت ہے، جس سے پرہیز لازم ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کا صحیح فہم عطا فرمائے، اور ہر قسم کے گناہوں اور معصیتوں سے محفوظ فرمائے اور اپنی اور اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت واطاعت کی دولتِ عظمیٰ سے نوازے۔آمین ثم آمین ❑❑

## بقیہ— منظر پس منظر

اچھے میکانک ضرور بن جاتے ہیں یا دست کاری کا کوئی ایسا ہنر سیکھ لیتے ہیں جو زندگی میں ان کے کام آتا ہے مگر تعلیم وتربیت کے نام پر وہ صفر سے آگے نہیں بڑھتے، ایسے بچوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے لیکن نہ قومی پریس کو اس کی فکر ہے نہ اکثریت کی سیاسی وسماجی تنظیموں کو اس کا احساس ہے، انہیں تو مسلم پرسنل لا کو مطعون کرنے کیلئے صرف مسلمان عورتوں کی ہمدردی سے دلچسپی ہے، اگر وہ ملک کی واقعی ترقی چاہتے ہیں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کی پسماندگی پر بھی توجہ دی جائے، ان کے مردوں، عورتوں اور بچوں کے مسائل ومشکلات دور ہوں، خواہ اس کیلئے ریزرویشن کا طریقہ کیوں نہ اپنانا پڑے۔

### گوشت کے استعمال سے پرہیز، مگر؟

گوشت کی تجارت اور اس سے ہونے والی بے شمار کمائی سے تو ہمارے لیڈروں کو کوئی پرہیز نہیں ہے، لیکن مجبوری کے تحت کسی غریب کے گھر میں گوشت کی اطلاع یا افواہ پر سیاست اور خون خرابہ ہونے لگتا ہے۔مسئلہ یہ بھی ہے کہ بین الاقوامی سطح پر گوشت کی پیداوار اور کاروبار انگریزی کے لفظ 'بیف' کے نام سے ہوتا ہے۔ پوری دنیا میں بھینس، گائے یا بکرے کے گوشت کو 'بیف' ہی کہا جاتا ہے۔تکنیکی زبان میں بھینس اور بکرے وغیرہ کے گوشت کو 'کیرابیف' کہہ سکتے ہیں۔ ہندوستان سے برآمد ہونے والے بیف سے امریکہ اور یورپ کے ممالک میں ساس، برگر اور پروسیڈ فوڈ وغیرہ بنتے ہیں۔ تھائی لینڈ، ویتنام، سنگاپور، انڈونیشیا اور ملائیشیا جیسے ممالک میں ہندوستان کا گوشت زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں مودی حکومت کی طرف سے چین کے ساتھ تجارتی تعلقات بڑھائے جانے کی مہم کے تحت اُن کی ٹیم نے چین سے گوشت کی برآمد میں اضافے کے لئے مذاکرات کئے ہے اور اس سلسلے میں ہونے والی مختلف سطحوں کی گفتگو کا دور جاری ہے۔گوشت کی پیداوار کے لئے جدید مشینیں لگانے میں بھی ہندوستانی حکومت مدد کرتی ہے۔

ایک اور دلچسپی بات یہ ہے کہ گوشت کے کاروبار میں ہندوؤں کی تعداد مسلم اور دیگر کمیونٹی کے تاجروں سے کم نہیں ہے۔ اصل میں ہندوستان سے زرعی پیداوار کی برآمد جیسے چاول، دال، پھل اور سبزیوں کے لئے مسابقت زیادہ ہے جبکہ ان چیزوں کا استعمال بھی یہاں زیادہ ہے۔اِس کے برعکس گوشت کے ایکسپورٹ سے ملک کی اچھی کمائی ہورہی ہے۔صورت حال یہ ہے کہ گوشت کے کاروبار سے ناجائز کمائی اور کالے دھن کے سنگین معاملات بھی سامنے آرہے ہیں۔ لیکن نہایت سست رفتاری کے ساتھ کیونکہ کالے دھن سے متعلق اس تفتیش کے تار مختلف جماعتوں کے لیڈروں تک بھی پہنچ رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب گوشت کے کاروبار میں مذہبی جذبات آڑے نہیں آتے تو گوشت کے نام پر مذہب کی سیاست کرنے اور مختلف کمیونٹی کو آپس میں لڑانے کا بھلا کیا جواز ہے؟ ملک کے سیاستدان، 'اپیڈا' جیسے اداروں کے اعلیٰ حکام اور دیگر وزارتوں کے ماہرین کی اُن فائلوں پر کیوں توجہ نہیں دیتے کہ ہندوستان میں دنیا کے کئی ممالک سے خراب، ملاوٹی اور انسانوں کی صحت کے لئے انتہائی مضر کھانے کی اشیاء کی درآمد ہورہی ہے۔افسوس کی بات ہے کہ اس تعلق سے ہمارے یہاں کوئی ٹھوس کام نہیں ہوسکا۔

مرکزی حکومت کے صدر دفتر ساؤتھ بلاک، ریس کورس روڈ اور پارلیمنٹ سے محض پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع شاپنگ مالس میں گوشت کی اشیاء کے ڈبوں میں گائے اور بھینس کے گوشت کے فرق پر کہاں توجہ دی جارہی ہے؟ جہاز سے اترنے والے لاکھوں ٹن کھانے کی اشیاء کے ڈبوں کی جانچ نہیں ہورہی کہ اِس میں موجود شے صحت کے لئے نقصان دہ ہے یا فائدے مند؟ کھانے کی اشیاء سے متعلق بین الاقوامی ادارے 'کوڈیکس' کی رپورٹ پر بھی ہماری حکومت نے اب تک توجہ نہیں دی۔ سچ تو یہ ہے کہ جمہوری سیاست تبھی کامیاب ہوگی، جب امیر اور غریب کو زندہ رکھنے کے قابل صحیح اور مناسب کھانے کی اشیاء دستیاب ہوسکیں گی اور اس میں تعصب کو دور رکھا جائے۔❑❑

# مسجد کے کاغذات درست کرنے کے ساتھ جائداد کا وقف بورڈ میں اندراکرائیں: مولانا محمود مدنی

جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود مدنی نے کہا کہ مساجد، مسلمانوں کے لیے مذہبی و دینی شعائر کی حیثیت رکھتی ہیں، یہ اللہ کا گھر اور اس کے ذکر و عبادت کا مقام ہیں۔ جب بندہ کسی زمین کو مسجد کے لئے وقف کرتا ہے، تو وہ قطعہ زمین براہ راست اللہ کے حوالہ کر دیتا ہے، اس کے بعد وہ جگہ مسلمانوں کے لیے انتہائی مقدس اور قابل احترام ہو جاتی ہے۔ اب ان کے کردار کا تحفظ مسلمانوں کے لیے آئینی، دینی و ایمانی فریضہ ہے۔ موجودہ حالات میں مساجد کی حفاظت کے لیے زیادہ بیدار رہنے کی ضرورت ہے، حال میں ملک میں ایسے بہت سارے واقعات سامنے آئے جن میں فرقہ پرست ذہنیت کے حامل افسران نے مسجدوں کو غیر قانونی بتا کر منہدم کر دیا یا اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی، ان میں ہماری کمزوریاں بھی شامل ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ موجودہ حالات میں مساجد کے ذمہ داران دانشمندی کا ثبوت دیں اور مندرجہ ذیل امور پر فوری توجہ فرمائیں تاکہ مساجد کے کردار کی حفاظت کی جا سکے۔

(۱) مساجد کی زمین کو مسجد کے نام سے وقف کیا جائے۔
(۲) مساجد کی تعمیر سے قبل اس کا نقشہ حکومت کے محکمہ تعمیر سے منظور کرایا جائے۔
(۳) اگر مسجد کی تعمیر کا نقشہ پاس ہوا ہے تو اسے اپنے پاس محفوظ رکھیں اور اگر کوئی نقشہ نہیں ہے تو قدیمی مسجد کے کاغذات اکٹھا کیے جائیں۔
(۴) مسجد کمیٹی اپنے انتخابات کے کاغذات درست کریں۔
(۵) مسجد کے اخراجات کا سالانہ آڈٹ کرایا جائے۔
(۶) مسجد کی جائیداد کا وقف بورڈ میں اندراج کرایا جائے، اندراج کے وقت کاغذات وغیرہ درست کر کے جمع کریں، اس امر کا لحاظ رکھا جائے کہ کسی طرح کی اسپیلنگ (مسجد اور واقف کے نام) وغیرہ کی غلطی نہ ہو۔
(۷) یاد رکھیں کہ مسجد کی زمین ایک بار وقف کر دی گئی تو اب اس کی حیثیت تبدیل کرنے، اس کا متبادل لینے کا مسجد کمیٹی سمیت کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے، اس لیے حکومت، روڈ ڈیلومینٹ اتھارٹی اور لینڈ گرابس سے اس طرح کا کوئی معاملہ نہ کریں۔
(۸) اگر ناگہانی صورت حال پیدا ہو جائے تو اپنے علاقے کے معتبر علماء اور مفتیان کرام سے رجوع کریں۔

# اپنے عہد کے سب سے بڑے سیلاب سے دوچار ہے مہاراشٹر

## جمعیۃ علماء ہند کا ایک وفد مہاڈ کے تلئے ورچے واڈی گاؤں پہنچا جس کی پوری آبادی ختم ہوگئی، صرف وہی بچے جو اس دن گاؤں سے باہر تھے

## اس کے علاوہ کوکن میں ایک ہزار سے زائد گاؤں متاثر ہیں، ہر جگہ پہنچ رہے ہیں جمعیۃ کے کارکنان

نئی دہلی ۲۸ جولائی: جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود اسعد مدنی کی ہدایت پر جمعیۃ کی مرکزی و ریاستی یونٹیں لگاتار مہاراشٹر سیلاب زدگان کی بچاؤ و راحت رسانی کے عمل میں مصروف ہیں۔

آج جمعیۃ علماء ہند کا وفد مہاڈ کے تلئے ورچے واڈی گاؤں میں پہنچا جس کا نام و نشان تک مٹ چکا ہے، مختصر آبادی والے اس گاؤں میں چالیس مکانات تھے۔ ۲۲؍ جولائی کی شام سیلاب اور پہاڑ کھسکنے کی وجہ سے ۸۴؍ افراد جاں بحق ہو گئے، سولہ خاندان پوری طرح سے ختم ہو گیا، بقیہ ۲۴ خاندانوں میں وہی لوگ بچے ہیں جو کسی کام سے باہر تھے۔ اس وقت اس گاؤں میں صرف ۷۷ لوگ زندہ ہیں اور دکھ کا پہاڑ اوڑھ کر کھلے آسمان میں اپنوں کی باقیات کو سمیٹ رہے ہیں۔

آج جمعیۃ علماء ہند کے وفد نے مولانا حکیم الدین قاسمی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند کی قیادت میں مذکورہ بستی کے متاثرہ افراد سے ملاقات کی، وفد میں مفتی رفیق محمد شفیع پور کر کنوینز جمعیۃ ریلیف کمیٹی، مولانا سرفراز، مولانا ظفر، حافظ شکیل، مولانا جمال قاسمی، مولانا شفیق احمد مالیگانوی بھی شامل تھے۔ اس موقع پر مولانا حکیم الدین قاسمی نے کہا کہ اتنا دردناک حادثہ انھوں نے اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے، جب خاندان کا خاندان ہی ختم ہو گیا ہو اور مکانات کی جگہ ویرانی نے اختیار کر لیا ہو۔ میں ان لوگوں کے درد کو بیان نہیں کر سکتا، میں ۳۲ سالوں سے جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ملک بھر میں قدرتی و انسانی آفات کے متاثرین سے ملاقات کرتا رہا ہوں، لیکن ایسا غم اور تکلیف کا سامنا نہیں ہوا۔ یہاں تو کوئی رونے والا بھی نہیں بچا ہے، جو بچے ہیں ان کے آنسو پوچھنے والا کوئی نہیں۔

جمعیۃ ریلیف کمیٹی کے کنوینر مفتی رفیق محمد شفیع پور کر نے کہا کہ یہاں کھانے پینے کی اشیاء پہلے ہی پہنچا دی گئی ہیں، لوگوں سے مل کر یہ معلوم ہوا کہ یہاں اس وقت برتن وغیرہ کی ضرورت ہے، کل جمعیۃ علماء کے کارکنان ان کو کچن سیٹ پہنچا دیں گے۔ اسی طرح متاثرہ علاقوں میں بجلی فٹنگ، پانی فٹنگ، گاڑی کی مرمت، چھوٹے کاروباریوں کو روزگار سے جوڑنا اور باز آبادکاری کا ایک بڑا معاملہ ہے۔ انھوں نے بتایا کہ پورے کوکن میں ۱۰۲۸ گاؤں سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں بالخصوص مہاڈ میں ۴۶ گاؤں متاثر ہیں جن میں سولہ گاؤں کافی متاثر ہیں۔ جمعیۃ علماء ایک ایک کر کے متاثرہ افراد تک پہنچ رہی ہے، ہمیں اس سلسلے میں یہاں جنگی پیمانے پر ریلیف کا کام کرنے کی ضرورت ہے۔

جمعیۃ علماء نے یہاں ریلیف کیمپ کا مرکزی مقام مدرسہ تحفظ القرآن انجمن دردمنداں تعلیم و ترقی مہاڈ کو مقرر کیا ہے، جس کی دیکھ بھال مفتی مظفر صاحب کر رہے ہیں۔ جمعیۃ علماء کے وفود کا دورہ جمعیۃ علماء مہاراشٹرا کے صدر مولانا ندیم صدیقی کی رہ نمائی میں ہو رہا ہے۔ اس موقع پر جمعیۃ علماء کے مذکورہ وفد نے مہاڈ کے ایس ڈی ایم سے ملاقات کی، ایس ڈی ایم نے جمعیۃ علماء ہند اور انجمن دردمنداں تعلیم کوکن کے کام کے طریقے کی تعریف کی اور جمعیۃ علماء ہند اور انجمن سے لوگوں تک رسائی کے عمل میں مدد مانگی، اس سلسلے میں یہ طے ہوا کہ ایس ڈی ایم کے یہاں روزانہ ایک میٹنگ ہوگی جس میں جمعیۃ کے کارکنان شریک ہوں گے۔

# جمعیۃ علماء ہند کے وفد نے متاثرین سے ملاقات کی

مظفر نگر کے موضع بیگ راج پور میں چند روز قبل ایک مکان کی چھت گرنے سے تین افراد کی دردناک موت واقع ہو گئی تھی جبکہ چار افراد شدید طور پر زخمی ہو گئے تھے۔ جمعیۃ علماء ضلع مظفر نگر کے صدر مفتی محمد بنیامین اور مغربی اتر پردیش کے سکریٹری قاری ذاکر حسین کی سربراہی میں جمعیۃ کے ایک وفد نے بیگ راج پور پہنچ کر متاثرین سے ملاقات کی۔ قاری ذاکر حسین نے بتایا کہ حادثے والے روز امتیاز سیفی کی بیمار اہلیہ کی عیادت کے لیے آئے رشتہ دار قیام پذیر تھے کہ رات میں تیز بارش ہونے کی وجہ سے بانس بلی و مٹی سے بنی چھت گر گئی اور سبھی اہل خانہ مٹی کے نیچے دب گئے۔ چیخ پکار سن کر محلّہ کے لوگ موقع پر پہنچے اور دو ڈھائی گھنٹے کی جدوجہد کے بعد ملبہ کے نیچے دبے سبھی لوگوں کو باہر نکال لیا گیا، لیکن تب تک عیادت کے لیے آئی تین خواتین زبیدہ خاتون، علی شاہ، مینا خاتون ساکن تیجل ہیڑہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ زخمیوں کو فوراً طور پر اسپتال میں داخل کرایا گیا۔ اس دردناک اطلاع کے بعد جمعیۃ علماء ضلع مظفر نگر کے صدر مفتی بنیامین و مغربی اتر پردیش کے سیکریٹری قاری ذاکر حسین ایک وفد کے ہمراہ گاؤں پہنچے اور متاثرین سے تعزیت و عیادت کے بعد مرحومین اور زخمیوں کے معاوضے کے لیے افسران سے رابطہ کیا اور کافی جدوجہد کے بعد ان کے کاغذات وغیرہ تیار کرائے جس کے نتیجے میں مرحومین کے ایک ورثا کے لیے چار لاکھ روپے معاوضہ طے کیا گیا جو کہ ان کے کھاتے میں پہنچا دیا گیا ہے۔ زخمیوں کے معاوضے کے لیے کوشش جاری ہے جو کہ جلد ہی طے ہو جانے کی توقع ہے اور مکان کی ازسر نو تعمیر کے لیے تحصیلدار سے بات کی گئی ہے جنھوں نے مکان کی ازسر نو تعمیر کرانے کی یقین دہانی کرائی ہے۔ بعد ازاں گاؤں کے ذمہ دار حضرات کی ایک میٹنگ جامع مسجد میں منعقد کی گئی جس میں قاری ذاکر حسین نے لوگوں کی توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ اطراف میں اس طرح کے جتنے بھی بوسیدہ مکان ہیں ان کی نشاندہی کی جائے اور ان کی مرمت کا انتظام کیا جائے تاکہ اس طرح کے حادثات سے بچا جا سکے جس کے لیے گاؤں کے ذمہ داران محمد لیاقت، بھائی شمیم احمد و محمد انعام تین افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جو جلد ہی اس طرح کے مکانات کی نشاندہی کر کے رپورٹ پیش کرے گی۔ اس موقع پر مفتی محمد بنیامین و قاری ذاکر حسین سمیت قاری عبدالماجد، حافظ محمد اکرام، حاجی وسیم عالم، قاری محمد عثمان، بھائی لیاقت علی، نسیم احمد، محمد انعام، محمد شمیم وغیرہ موجود رہے۔

# مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

## سیلاب زدہ لوگوں کی مدد کریں، چاہے کسی مذہب کے ہوں

مکرمی! حال ہی میں آئے تباہ کن سیلاب سے مہاراشٹر کے متعدد اضلاع متاثر ہیں اور اس سیلاب سے جو نقصانات ہوئے ہیں اس کا صحیح اندازہ ابھی لگا پانا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس موقع پر وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس آفت سے محض اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھا، ان پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ان مصیبت زدہ بندوں اور حالات کے ماروں کے غم میں شریک ہوں اور ان کی ہر ممکن مدد و تعاون کریں، نیز ان کے حق میں بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا نعم البدل عنایت فرمائے اور صبرِ جمیل سے نوازے۔ آمین

حکومتی سطح پر اس جانب بعض اقدامات کیے جا رہے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ جن کی دنیا اجڑ گئی ان کے لیے یہ چند چیزیں کچھ اہمیت نہیں رکھتیں، ایسے میں ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ذاتی طور پر بھی خدمات فراہم کرنے کے لیے خود کو پیش کریں۔ وقت کی مانگ ہے کہ ہم مذہبی رواداری اور انسان دوستی کا ثبوت دیں اور اپنے بھائیوں کی مصیبت میں ان کا دست و بازو بن کر کھڑے ہوں اور اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ اس خیر کے کام کے لیے جنھیں وکیل بنائیں، وہ خوفِ خدا کے حامل اور قابل اعتماد افراد ہوں، اس لیے کہ ایسے تباہی کے موقعوں پر بھی بعض بے ضمیر لوگ اپنی جیب گرم کرنے اور گاڑی بنگلے بنانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں! اس موقع پر ہم سیرتِ محمدیؐ کے ایسے چند گوشوں کا ذکر کرنا مفید سمجھتے ہیں، جن سے لوگوں میں مصیبت زدوں اور حالات کے ماروں کے تئیں ہمدردی اور تعاون کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اگر آپ بہ غور سیرتِ رسول کا مطالعہ فرمائیں تو دیکھیں گے کہ اس کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ آپؐ نے بحیثیت پیغمبر اپنے پیروکاروں کو جو نصیحتیں فرمائیں ان سب پر اولاً خود عمل کر کے دکھایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ملاقات میں علامہ سید سلیمان ندوی کے اس سوال پر کہ بقول آپ کے ہندو مذہب اتنا قدیم و پرانا ہے اور ہمارا مذہبِ اسلام جسے تقریباً چودہ سو سال قبل رونما ہوا، دنیا میں سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر رائج کیوں ہے؟ ربندر ناتھ ٹیگور نے کہا تھا 'مولانا آپ کو ہیرو ملے ہیں، جنھوں نے جو کہا پہلے اس پر خود عمل کر کے دکھایا، ہمیں ایسے ہیرو نہیں ملے۔ ہمارے یہاں تھیوری تو ہے، اس پر عمل کی مثال مفقود ہے۔ واقعی یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ہم اس پر فخر تو کرتے ہیں مگر خود اس کی ادنیٰ مثال پیش کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ جب ضرورت پڑتی تو رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے بہت سارے کام کر دیا کرتے تھے، بازاروں سے ان کا سودا لا دیتے، غریبوں کی امداد کرتے، ضرورت مندوں کو قرض دیتے یا اپنی سفارش پر کسی سے دلوا دیتے، بسا اوقات ان کے قرض خود ادا کر دیتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے، یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتے، بیواؤں کی کفالت کرتے، غلاموں کی آزادی کی تدبیریں کرتے اور کمزور طبقوں کو اونچا اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپؐ ہر وہ کام کرتے تھے جس کی صالح معاشرے کی تعمیر میں ضرورت ہوتی ہے، لیکن ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو ہماری زندگیاں ان بلند و بالا اخلاق سے یک سر خالی ہیں۔

اللہ کے نبیؐ نے اپنے امتیوں کو جن اعلیٰ تعلیمات سے نوازا من جملہ ان کے ایثار و ہمدردی بھی ہے، آپؐ نے اس کی تعلیم ہی نہیں دی بلکہ اپنی ذاتِ مبارک میں اس کا بہترین نمونہ بھی پیش کیا۔ جگر گوشۂ رسول سیدہ فاطمہؓ سے آپؐ کو جو محبت تھی جگ ظاہر ہے مگر انھوں نے نہایت عسرت و تنگ دستی میں جب حاضرِ خدمت ہو کر ایک خادمہ کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! اب تک صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں ہوا ہے، میں تمھاری خواہش کیسے پوری کروں؟ ایک روایت میں ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بدر کے یتیم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ ان واقعات کو پڑھیں اور غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس قدر نعمتوں سے نوازا ہے، کیا ایسے میں ہماری یہ ذمّے داری نہیں بنتی کہ ہم اپنے بھائیوں کے کام آئیں۔ گھر کے پرانے برتن اور اترن نکال کر دے دینا زیادہ مشکل نہیں، اسی بہانے گھر کی صفائی بھی ہو جایا کرتی ہے، لیکن کیا صرف اتنا ہی کر لینے سے کسی ایک گھرانے کی زندگی بھی بدل سکتی ہے؟ جس خدا نے ہمیں اتنا سب دیا ہے کیا ہم اس کے بندوں کے لیے کچھ ایثار نہیں کر سکتے؟ آج لوگ معاشرے میں ناک اونچی کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کرتے، کیا خدا کے قرب کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا؟

ایک المیہ ہمارے ساتھ یہ ہے کہ ہمارے یہاں نیک و بہتر انسان اسے سمجھتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ نوافل کا اہتمام کرتا ہو، بلاشبہ یہ ایک مستحسن عمل ہے لیکن صرف یہی تو دین نہیں! اسلام تو ہمیں اس شاہراہ پر چلنے کی دعوت دیتا ہے جس پر بہ نفس نفیس محسنِ انسانیت، رحمۃ للعالمین گامزن تھے، دیکھئے اللہ تعالیٰ نے کس قدر واضح انداز میں نیکی کی تعریف بیان فرمائی: نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی نازل کردہ) کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لائے، اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں، سوال کرنے والوں (یعنی ضرورت مندوں) اور غلاموں کی آزادی میں خرچ کرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور جب کوئی وعدہ کریں تو اسے پورا کرتے ہیں، سختی، مصیبت اور جہاد کے وقت صبر کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی متقی ہیں۔ (البقرہ) اس ارشادِ ربانی نے اصل نیکی کے مفہوم کو پورے طور پر واضح کر دیا، جس میں حتی المقدور بلا تفریق ہر ایک ضرورت مند کی حاجت براری کرنا بھی داخل ہے، نیز اس آیت مبارکہ میں محض عبادات کو نیکی تصور کرنے کی بھی تردید کر دی گئی اور صرف سماجی خدمات کو نیکی سمجھ لینے کی بھی۔ ممکن ہے کسی کو اس موقع پر یہ اشکال ہو کہ یہاں جن لوگوں کا ذکر ہے ان سے مراد صرف مسلمان ہیں تو واضح رہے کہ اسلام انسانیت کے ناطے تمام بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے بجز چند معاملات کے، جیسے اسلام میں زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لیے تو یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ جسے زکوٰۃ دی جائے وہ مسلمان ہو لیکن نفلی صدقات کے لیے اس طرح کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی، اس لیے نفلی طور پر اس مصرف میں خرچ کرنا بھی کارِ ثواب ہوگا۔

اسلام کا یہ عام فلسفہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے عام صدقے غیر مسلموں کو دیے جا سکتے ہیں، آنحضرتؐ نے ایک یہودی خاندان کو صدقہ دیا، ام المومنین حضرت صفیہؓ نے اپنے دو یہودی رشتے داروں کو تیس ہزار کی مالیت کا صدقہ دیا، امام مجاہد نے مشرک رشتے دار کا قرض معاف کرنے کو بھی ثواب کا کام بتایا ہے، ابن جریج محدث کہتے ہیں کہ قرآن نے سورہ دہر میں 'اسیر' (باقی صفحہ ۱۴ پر)

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Publishing Date: 30 July 2021 Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر ...عارف عزیز، بھوپال

# • اسلامی قوانین کی حکمت و مصلحت سمجھنے کی ضرورت

# • ہندوستان میں خواتین و بچوں کا استحصال • گوشت کے استعمال سے پرہیز، مگر؟

## اسلامی قوانین کی حکمت و مصلحت سمجھنے کی ضرورت

فرد کی آزادی کے نام پر آج یوروپ کے جمہوری ممالک میں جو کچھ ہورہا ہے اِس سے نہ صرف عریانی، فحاشی اور بدکاری بڑھ رہی ہے بلکہ پوری انسانیت کی تذلیل کا سامان بھی ہورہا ہے۔ عام طور پر ایسے قوانین بن رہے ہیں جن سے افراد خاندان اور معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے سماجی رشتوں کی پاکیزگی ختم ہوچکی ہے، اخلاقی قدریں منہدم ہورہی ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ انسان کے دلوں سے چین وسکون رخصت ہوگیا ہے۔

مردوں کی مردوں سے اور عورتوں کی عورتوں سے نام نہاد شادی کی راہ ہموار ہوگئی ہے، اس طرح رشتۂ ازدواج کا حق جو انسانیت کا امتیاز تھا اُسے بے شرمی اور خرمستی کے لئے کام میں لایا جارہا

> **اسلام میں قتل کیلئے قصاص یا موت کی سزا مقرر ہے لیکن اس کے ساتھ یہ رعایت بھی دی گئی ہے کہ اگر مقتول کے وارث رضامند ہوں تو وہ خون بہا کے نام سے بدلہ کے طور پر کچھ رقم لیکر قاتل کو معاف کرسکتے ہیں مگر اس رقم کا تعین کرتے وقت قاتل کی حیثیت اور مقتول کے ورثاء کو سامنے رکھا جائے گا مطلب یہ ہے کہ رقم اتنی ہو کہ آئندہ قاتل کو قتل کے ارتکاب سے باز رکھے۔**

ہے۔ حالانکہ ایسے تمام ممالک اس مسیحیت کے علمبردار ہیں جس کی مقدس کتاب بائبل میں قوم لوط کا حشر اور اُس پر عذاب کی تفصیل موجود ہے کہ اُس بستی پر جس کی طرف لوط علیہ السلام کو بھیجا گیا صرف اس لئے عذاب آیا کہ وہ ہم جنسی کی لعنت میں مبتلا تھے اور برسرِعام اس کا ارتکاب کررہے تھے۔ یعنی اُن سے شرم وحیا قطعی اٹھ چکی تھی، یہی حال موجودہ یوروپی برادری کا ہے جہاں اس قسم کے قانون بناکر اور بدکاری کو فروغ دے کر عذابِ الٰہی کو دعوت دی جارہی ہے جس کا ایک نمونہ ایڈس کی شکل میں سامنے ہے۔ یہ انتہائی خوفناک مرض امریکہ اور یوروپ کی ہی دین ہے۔ جبکہ شروع میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ بعض افریقی ممالک سے اس سنگین مرض کی داغ بیل پڑی ہے مگر بعد میں ثابت ہوگیا کہ یہ خطرناک مرض ہم جنسی کے نتیجے میں امریکہ ویوروپ سے پھیلا ہے اور آج ان ممالک میں اس کے ہزاروں مریض موت وزندگی کی کشمکش میں گرفتار ہیں۔

اسلام میں قتل کے لئے قصاص یا موت کی سزا مقرر ہے لیکن اِس کے ساتھ یہ رعایت بھی دی گئی ہے کہ اگر مقتول کے وارث رضامند ہوں تو وہ خون بہا کے نام سے بدلہ کے طور پر کچھ رقم لے کر قاتل کو معاف کرسکتے ہیں مگر اس رقم کا تعین کرتے وقت قاتل کی حیثیت اور مقتول کے ورثاء کو سامنے رکھا جائے گا مطلب یہ ہے کہ رقم اتنی ہو کہ آئندہ قاتل کو قتل کے ارتکاب سے باز رکھے، دوسری جانب روزی کے لئے مقتول پر انحصار کرنے والے افراد خاندان کو اس سے مناسب مدد مل جائے۔ گویا اسلام میں شروع سے قتل کے لئے موت کی سزا کے ساتھ ساتھ اِس میں رعایت بھی موجود ہے۔ ایسے فطری قانون کی مخالفت جو لوگ کرتے ہیں ان کی عقل وسمجھ پر افسوس کے سوا اور کیا کیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ ہر زمانہ اور خطہ کے لوگ اُن کو اپناتے اور اِس طرح اپنے دکھ درد کا مداوا کرلیتے۔

## ہندوستان میں خواتین وبچوں کا استحصال

ہندوستان کو سارے جہاں سے اچھا کہنے والے بھی اس حقیقت سے منکر نہ ہوں گے کہ یہاں عام عورتوں اور غریب بچوں کا بڑے پیمانہ پر استحصال ہورہا ہے جس کے نتیجہ میں دونوں طبقے طرح طرح کے ظلم وزیادتی کا شکار بن رہے ہیں، عورتوں کے معاملے میں ہمارا قومی پریس اور مسلم دشمن عناصر سب سے زیادہ ذمہ دار مسلم پرسنل لا کو قرار دیتے ہیں کہ وہ اس کی وجہ سے مسلم مردوں کو چار چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دیکر مسلم عورت کو لونڈی بنادیا گیا ہے حالانکہ حقیقت یہ نہیں مسلمانوں میں چار عورتوں سے نکاح کی اجازت ضرور ہے لیکن ایک سے زیادہ عورتیں رکھنے کا اوسط مسلمانوں سے کہیں زیادہ اکثریت کے بعض طبقوں میں پایا جاتا ہے، گزشتہ دنوں کیا گیا ایک سروے مظہر ہے کہ گجرات کے ہندوؤں میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا تناسب مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے، اسی طرح جہیز کے لئے خواتین کو زندہ جلادینے یا خودکشی کرنے پر مجبور کردینے کی لعنت بھی مسلمانوں کے برعکس دوسروں میں زیادہ ہے، پھر بھی قومی پریس اور اکثریت کے جارح عناصر اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کے بجائے مسلم اقلیت کو ہدف تنقید بنانے سے نہیں چوکتے، اب تو دوران حمل جنس کی شناخت کے طریقہ نے صنفِ نازک کی نسل کشی کو کافی آسان کردیا ہے، جس کی وجہ سے مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد مسلسل کم ہورہی ہے اور جینیوں میں یہ تناسب بہت کم ہوگیا ہے۔ معصوم بچوں کے استحصال کے نت نئے طریقہ بھی تلاش کرلئے گئے ہیں جس کے نتیجہ میں ہمارا ملک اس برائی کا سب سے بڑا مرکز بن گیا ہے۔

۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کے ڈیڑھ کروڑ نونہال محنت ومشقت کے مختلف کاموں میں لگے ہوئے ہیں جنہیں دو وقت کی روٹی اور ایک لنگوٹی کیلئے دس بارہ گھنٹے مزدوری کرنا پڑتی ہے اور یہ سب اس دیش میں ہورہا ہے جہاں کروڑوں بالغ آج بیروزگار ہیں مگر ان کو کام نہیں ملتا، اس کے بجائے معصوم بچوں کو اس لئے کام پر لگادیا جاتا ہے کہ ان کی اجرت کافی کم ہوتی ہے علاوہ ازیں لیبر قوانین اور ٹریڈ یونین کے

> **حالانکہ بچوں کی مزدوری کے بارے میں قانون پہلے سے موجود ہیں اور دستور میں اس کے خلاف آئینی دفعات بھی رکھی گئی ہیں ان کے باوجود پورے ہندوستان میں بچوں سے محنت ومزدوری کرانے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، ایسے بچے کبھی بھی اچھے شہری نہیں بن سکتے جو مشینوں پر کام کرتے ہیں ان میں سے کچھ اچھے میکانک ضرور بن جاتے ہیں۔**

دوسرے جھمیلے بھی دامن گیر نہیں ہوتے۔ نہ چھوٹے بچے کام کے اوقات کے بارے میں نخرے کرتے ہیں بلکہ ہر ظلم وستم کو خاموشی سے برداشت کرلینے کا مادہ ان میں زیادہ پایا جاتا ہے۔

مزدور بچوں کی تعلیم وتربیت تو دور رہی انہیں بھٹیوں کے سامنے سخت تپش وآگ میں کام کرنا پڑتا ہے ایسے نازک وخطرناک کام بھی ان سے لئے جاتے ہیں جن سے اکثر بچوں کے اعضاء کو نقصان پہنچ جاتا ہے تو وہ اپاہج بن کر مزید استحصال کا شکار ہوجاتے ہیں، حالانکہ بچوں کی مزدوری کے بارے میں قانون پہلے سے موجود ہیں اور دستور میں اس کے خلاف آئینی دفعات بھی رکھی گئی ہیں ان کے باوجود پورے ہندوستان میں بچوں سے محنت ومزدوری کرانے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، ایسے بچے کبھی بھی اچھے شہری نہیں بن سکتے جو مشینوں پر کام کرتے ہیں ان میں سے کچھ

(بقیہ صـ۱۴ پر)

---

# دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم مولانا عبدالخالق سنبھلی کا انتقال

## جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے انتہائی حزن وملال کا اظہار کیا

نئی دہلی ۳۰؍جولائی ۲۰۲۱: جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم واستاذ حدیث حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی کی وفات پر انتہائی حزن وملال کا اظہار کیا ہے۔ حضرت مولانا دارالعلوم دیوبند کے مخلص رہنما اور علماء حق کا نمونہ تھے۔ ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کے لیے آپ کا تقرر ہوا، تدریس کے ساتھ آپ اہم انتظامی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دیں، ۲۰۰۸ء میں نائب مہتمم بنائے گے جس پر تادم واپسیں فائز رہے۔ اس سے قبل خادم الاسلام ہاپوڑ اور جامع الہدیٰ مرادآباد میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ مولانا موصوف کے پچاس سالہ دورِ درس وتدریس میں ہزاروں طالبان علوم دینیہ فیضیاب ہوئے۔

مولانا موصوف کریم النفس، شیریں بیاں، ہردل عزیز اساتذہ میں سے تھے، اس کے علاوہ آپ نے خود کو ایک بہترین منتظم کے طور پر بھی ثابت کیا، نیز تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی اپنی وقیع خدمات پیش کیں۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے اجل فضلاء میں سے تھے، مسلک اہل السنّت والجماعت اور مشرب اکابر دارالعلوم دیوبند کے پاسدار تھے اور باطل افکار واذہان کی اصلاح کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔

مولانا مدنی نے کہا کہ مولانا موصوف کچھ دنوں سے کافی بیمار تھے، ان کا علاج دہلی میں بھی ہوا، اس موقع پر مولانا مدنی ان کی عیادت کے لیے جعفرآباد میں ان کے بھتیجے کی رہائش گاہ بھی گئے تھے۔ صحت خراب سے خراب تر ہوتی جارہی تھی، بالآخر وقت قضا آن پہونچا۔ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل شئی عندہ الیٰ اجل مسمی

مولانا مدنی نے کہا کہ آپ کی وفات بالخصوص دارالعلوم دیوبند اور بالعموم علمی ودینی حلقے کے لیے خسارہ عظیم ہے، آپ جیسے ذی علم استاذ کا سایہ بہت بڑی سعادت اور وفات بڑی محرومی اور عظیم نقصان ہے۔ تمام پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالی استاذ محترم مولانا مرحوم کو زمرہ صالحین میں مقام اعلی فرمائے۔ اس موقع پر جمعیۃ علماء کے جمیع احباب سے گزارش ہے کہ دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا خصوصی اہتمام کریں۔

دریں اثناء آج دفتر جمعیۃ علماء ہند نئی دہلی میں بعد نماز عصر ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، جس میں دفتر کے ذمہ داران شریک ہوئے۔

---

جمعیۃ علماء اترپردیش کے صدر حضرت مولانا متین الحق اسامہ کانپوری رح کی حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی کی خصوصی اشاعت
مولانا متین الحق اسامہ نمبر
جس میں مولانا قاسمی نوراللہ مقدہٗ کے احوالِ زندگی، قومی وملّی خدمات
نیز دینی، علمی اور اصلاحی سرگرمیوں کا احاطہ کیا گیا ہے
الجمعیۃ کی ویب سائٹ پر ملاحظہ فرمائیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای۔میل: aljamiatweekly@gmail.com

## ضروری اعلان

آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 Paytm یا PhonePe کے ذریعہ 9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

## شرح خریداری

| | |
|---|---|
| سالانہ | 200/- |
| ششماہی | 100/- |
| فی پرچہ | 5/- |
| پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے | 2500/- |
| دیگر ممالک کے لئے | 3000/- |

رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455